تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

جون ۱۹۵۷ء سنہ ۶

اہم مضامین

ایڈیٹر

ابوالعطاء جالندھری

سالانہ چندہ
پاکستان و بھارت۔ پانچ روپے صرف

سالانہ چندہ
بیرون ممالک۔ بارہ شلنگ

احمدی بچوں اور بچیوں کا رسالہ

تشحیذ الاذہان

شائع ہو گیا!

بفضلہ تعالیٰ رسالہ تشحیذ الاذہان' ماہ جون ۵۷ء سے شائع ہونا شروع ہو گیا ہے۔ اسی ہفتہ جنرل پوسٹ آفس لاہور سے اپل نمبر ملنے پر جملہ خریدار حضرات کی خدمت میں بذریعہ ڈاک بھیجا جا رہا ہے۔

اس پہلے نمبر میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ، حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے، حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ، حضرت صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ اور دیگر بزرگان سلسلہ کے پیغامات بھی شامل اشاعت ہیں۔

اس رسالہ کا ہر احمدی گھرانے میں پہنچنا ضروری ہے۔ سالانہ چندہ پانچ روپے۔ بیرونی ممالک سے بارہ شلنگ

(مینجر تشحیذ الاذہان ربوہ)

"البُشریٰ"

عربی زبان کا ایک سہ ماہی رسالہ جاری ہو رہا ہے!

حضرات! عربی زبان میں رسالہ البشریٰ یکم ذوالحجہ ۱۳۷۶ھ مطابق یکم جولائی ۱۹۵۷ء سے شائع ہو رہا ہے۔ اس رسالہ کے اغراض و مقاصد حسب ذیل ہیں:-

۱۔ قرآن مجید کی صحیح تفسیر کی اشاعت۔

۲۔ اسلام اور حضرت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا اظہار۔

۳۔ اسلامی عقائد و ثقافت کی ترویج۔

۴۔ غیر مسلم معترضین (عیسائیوں اور بہائیوں) کے اسلام پر اعتراضات کے جواب۔

۵۔ اسلامی ممالک میں رابطۂ اتحاد کی توثیق۔

۶۔ جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات کا بیان۔

۷۔ ام الالسنہ عربی زبان کی توسیع و ترقی۔

ان سات مقاصد کے پیش نظر یہ مبارک رسالہ جاری کیا جا رہا ہے فی الحال یہ رسالہ سہ ماہی ہوگا عنقریب انشاء اللہ ماہنامہ ہو جائیگا۔

سالانہ اشتراک چار روپے۔ (مینجر البشریٰ ربوہ)

رسالہ "الفرقان" کے مقاصد

الفرقان ایک علمی اور مذہبی ماہنامہ ہے۔ اس کے مقاصد حسب ذیل ہیں:-

۱۔ قرآنی حقائق و معارف کی اشاعت۔

۲۔ عقائد و مسائل قرآنی کی طرف سے مدافعت۔

۳۔ عیسائیت اور بہائیت کے اعتراضات کے جواب۔

۴۔ اسلامی احمدیہ عقائد کی وضاحت و تشریح۔

۵۔ مسلمانوں کی اندرونی تحریکات کی حقیقت کا اظہار

۶۔ علمی و مذہبی کتب پر تبصرہ۔

ان مقاصد کے ماتحت یہ رسالہ سات سال سے جاری

اگر

آپ ابھی تک خریدار نہیں تو مبلغ پانچ روپے ارسال فرما کر خریدار بن جائیں!

مینجر الفرقان۔ ربوہ

ایڈیٹر
ابو العطاء جالندھری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معاونین ایڈیٹرز: مسعود احمد دہلوی بی-اے
خورشید احمد شاد مولوی فاضل

جلد ۷	جون سنہ ۱۹۵۷ء	الفرقان	ذوالقعدہ سنہ ۱۳۷۶ھ	نمبر ۶

علماء و مشائخ ــــ اور ــــ انگریزی حکومت

قوموں کے عروج و زوال میں ان کے لیڈروں کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ ان کے اخلاق اور ان کے کردار کا ان پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ اسی لئے وہ قوموں کے بنانے اور بگاڑنے میں ذمہ دار قرار پاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار یہودی علماء و مشائخ کا ذکر فرمایا ہے۔ ان کے اخلاق کی کمزوری کو قوم کی خرابی کا موجب ٹھہرایا ہے اور قوم کو توجہ دلائی ہے کہ وہ ان علماء و مشائخ کی اندھا دھند تقلید کر کے انہیں الوہیت کے عرش پر نہ بٹھائیں اور اپنی بربادی کے سامان پیدا نہ کریں۔

ہندوستان میں انگریزوں کا داخلہ جس طرح ہوا وہ ایک تاریخی کہانی ہے۔ انگریزوں نے اسلامی تحریکات کا جہاں بھی مقابلہ کیا ہے اس میں انہوں نے مسلمانوں کے علماء و مشائخ کو خرید کر استعمال کیا ہے۔ اس عہد میں ہندوستان میں جب تحریکِ احمدیت قائم ہوئی اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا بامرِ الٰہی دعویٰ فرمایا اور آپ کی بیعت کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو اس وقت کے انگریز حکمرانوں نے آپ کے مقابلہ کے لئے بھی علماء و مشائخ کو استعمال کیا۔ یہی وجہ ہے کہ باوجودیکہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی تحریک سراسر امن پسندانہ تھی۔ اور آپ انبیاء علیہم السلام کے طریق پر دینِ حق کی سربلندی دلیل اور برہان کے ذریعہ سے کر رہے تھے اور مادی حکومت سے آپ کو مذہبی آزادی کی صورت میں کوئی تعرض نہ تھا بلکہ آپ مذہب کی اشاعت کے لئے آزادی دینے کو حکومت کا ایک خاص احسان قرار دیکر اس کے شکرگزار رہتے۔ ان تمام حالات کے باوجود علماء و مشائخ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف سخت طوفان برپا کیا۔ ہر قسم کے فتوے دیئے اور ہر رنگ میں تحریک احمدیت کو مٹانے کے درپے ہوئے۔ کیونکہ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ عیسائی حکومت کو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے دعاوی، وفات مسیح ناصری علیہ السلام کا عقیدہ، حضرت مسیح کی صلیبی موت کا انکار اور اسلام و قرآن کے غلبہ کا اعلان وغیرہ ایک آنکھ نہ بھاتے تھے اور غیر ملکی حکومت اس بات کو بھی پسند نہ کرتی تھی کہ مدعیٔ مہدویت کے ہاتھ پر مخلص مسلمانوں کا ایک فعال گروہ جمع ہو جائے اسلئے انگریزی حکومت نے اپنے طریق کے مطابق علماء و مشائخ کو خریدا اور ان کو تحریک احمدیت کے مٹانے کے لئے بطور آلہ استعمال کیا۔ علماء کی شدید مخالفت اور ان کے پے در پے فتاویٰ اور اشتعال انگیز حرکات کا بھی

راز ہے۔

مقامِ حیرت ہے کہ علماء و مشائخ نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو بدنام کرنے کے لئے انگریز کا قائم کردہ مسیح و مہدی قرار دیا اور سراسر جھوٹے الزامات لگائے مگر انگریزی حکومت نے ایک دفعہ بھی ان سے کوئی مواخذہ نہ کیا۔ بلکہ در پردہ انگریزی حکومت علماء کے اس پروپیگنڈہ سے خوش تھی اور ان کی مددگار تھی۔ تاکہ اس طرح تحریک احمدیت کو نقصان پہنچے اور یہ تنظیم پنپ نہ سکے۔ باقی یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ ساری روکوں اور مزاحمتوں کے باوجود سلسلہ احمدیہ ترقی کرتا گیا اور جماعت بڑھتی گئی۔ ورنہ انگریزی حکومت کی طرف سے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی تھی اور نہ ہی علماء و مشائخ نے اپنے مفوضہ کام کے کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت کیا تھا۔

ممکن ہے کہ کوئی صاحب ہمارے اس بیان پر حیران ہوں کہ علماء و مشائخ انگریزوں کے ذریعہ خریدے گئے تھے اور احمدیت کے خلاف وہ سارا طوفانِ بے تمیزی انگریزی حکومت کے اشاروں پر اٹھا رہے تھے اور اُلٹا بدنام حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو کر رہے تھے۔ اس بیان پر حیران ہونے والے اصحاب کی اطلاع کے لئے ہم خود انگریزی معتمد کا ایک واضح بیان پیش کرتے ہیں اور یہ بیان ہماری معرفت نہیں بلکہ جناب مولوی محمد علی صاحب قصوری ایم۔ اے کی معرفت شائع ہوا ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ مولانا قصوری صاحب انگریزوں کے خلاف مجاہدانہ کاموں میں سرگرم حصہ لیتے رہے ہیں انہوں نے ان حالات پر مشتمل کتاب "مشاہدات کابل و یاغستان" بھی شائع کی ہے۔ اس کتاب میں مولانا قصوری نے ایک گفتگو کے دوران سر جارج روس کیپل چیف کمشنر صوبہ سرحد کے مندرجہ ذیل الفاظ درج کئے ہیں۔ سر جارج نے ان سے کہا کہ:-

"انگریزی حکومت ایسی دور اندیش اور عقلمند ہے اور مسلمان من حیث القوم اس قدر بے وقوف اور آسانی سے خریدے جا سکتے ہیں کہ کبھی بھی انکے رہنماؤں کو خریدنے میں دقت پیش نہیں آئی۔ اگر ہمیں مولوی محمد علی نہیں مل سکتا تو کوئی اور محمد علی مل جائیں گے۔ اور یہ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ مسلمان ایسی سادہ لوح قوم ہے کہ وہ اپنے اصل رہنماؤں کی پیروی کی بجائے ہمارے منتخب کردہ یا نامزد کردہ رہنماؤں کی دیوانہ وار پیروی کریں گے۔ ان کی تاریخ یہی ثابت کرتی ہے کہ وہ اپنے رہنماؤں کی پیروی نہیں کرتے، پرستش کرتے ہیں۔ اور جو قوم اپنے رہنماؤں کی پرستش کرتی ہے وہ ان کی غلطیوں کو نہ صرف نظر انداز کرتی ہے بلکہ انہیں بھی

محاسن میں شمار کرتی ہے۔ مولوی صاحب! ذرا سوچیے کہ ہم نے کیونکر مسلمانوں کے انہی علماء و مشائخ کی مدد سے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تحریک کو فنا کردیا۔ ہندوستان میں سید احمد صاحب بریلوی اور شاہ اسمٰعیل شہید کی تحریک کو ملیا میٹ کردیا۔ ٹرکی اور ایران میں سید جمال الدین افغانی اور مدحت پاشا کی تحریک کو کچل دیا۔ اور یہ سب کام آپکے اپنے علماء و مشائخ اور رہنماؤں نے کیا۔"

(مشاہدات کابل و یاغستان صفحہ ۱۶۰)

معزز قارئین! جب مسلمانوں کے "علماء و مشائخ" نے اسلامی تحریکات کا مقابلہ کیا اور انگریزوں کا زر خرید ہو کر کیا تو کیا مسلمانوں کا فرض نہ تھا کہ وہ علماء و مشائخ سے اظہارِ بیزاری کرتے اور ان کے بھرے میں نہ آتے۔ انکے سامنے ہی علماء و مشائخ حضرت سید احمد صاحب بریلوی رح اور حضرت شاہ اسمٰعیل صاحب شہید رح کی تحریکات کا انگریزوں کا آلۂ کار بن کر مقابلہ کرتے رہے تھے۔ مگر افسوس کہ انگریز کی بات پوری ہوئی اور مسلمان قوم نے پھر بھی ان علماء و مشائخ کی پیروی کو ہی ترجیح دی۔ اور حضرت مسیح موعود اور مہدی معہود کے مقابلہ میں ان علماء و مشائخ کے فتووں کا شکار ہو گئی۔ خدا کی آواز کے شنوا ہونے کی بجائے ان علماء و مشائخ کی باتوں پر کان دھرنے والی بن گئی۔ حالانکہ اس زمانہ کے علماء کے بارے میں حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خود فرمادیا تھا:۔

علماءھم شرّ من تحت ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنة و فیھم تعود۔

کہ اس زمانہ کے مسلمانوں کے علماء و مشائخ بدترین خلائق ہوں گے۔ وہی فتنوں کا موجب ہوں گے اور ان میں ہی بار بار فتنے عود کریں گے۔

کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ درد مند مسلمان اس زہریلے عنصر کے بداثرات سے قوم کو نجات دلائیں۔ اے خدا! تو مسلمانوں پر رحم فرما کر خود ان کی رہنمائی فرما! آمین یا رب العالمین +

الفرقان کی اشاعت بڑھانا

اور

بقایا داران کا اپنے بقایاجات ادا کرنا ادارہ سے تعاون کا ثبوت ہے۔

(مینجر)

تردید بہائیت
تین مغالطات کا ازالہ

قیامتِ کبریٰ اور فنائی العالم

تمام مذاہب کا مسلّم عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس کائنات کا خالق ہے اور یہ دُنیا فانی ہے۔ ایک وقت آئے گا جب تمام انسان اپنے اپنے نیک و بد اعمال کا پُورا پُورا بدلہ پانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونگے یہ وقت مذہبی اصطلاح میں **قیامتِ کبریٰ** کہلاتا ہے لفظ "قیامتِ کبریٰ" دلالت کر رہا ہے کہ اس معیّن وقت کے علاوہ اس سے پہلے کچھ چھوٹی چھوٹی قیامتیں بھی مقرر ہیں۔ اسی بناء پر کسی شخص کی وفات کو اس کی **شخصی قیامت** کہا جاتا ہے جیسا کہ آیا ہے من مات فقد قامت قیامتہ کہ جو مرگیا اس کی قیامت ہوگئی۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے ظہور کے وقت مکذب قوموں کی ہلاکت و بربادی اور اہلِ ایمان کا عروج و اقبال **قومی قیامت** ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت ولکلّ امۃٍ اجل میں مذکور ہے۔ اسی بناء پر نبی کا ظہور بھی قیامت کہلاتا ہے پس لفظ قیامت کا استعمال وسیع ہے۔ مگر شخصی قیامت یا قومی قیامت کے وجود سے قیامتِ کبریٰ کا انکار لازم نہیں آتا۔

بہائیت کا دارومدار چند مغالطات پر ہے جن میں سے ایک مغالطہ قیامتِ کبریٰ کے باب میں ہے۔ پہلے منکرینِ قیامت کہا کرتے تھے کہ یہ دُنیا اسی طرح قائم رہے گی اس کو فنا نہیں ہے اسلئے قیامت وغیرہ کا خیال عقیدہ باطل ہے۔ اتنا بڑا انظام اور اس قدر وسیع و عریض دُنیا کس طرح فنا ہو سکتی ہے۔ بہائیوں نے قیامتِ کبریٰ کا انکار اس بناء پر کیا ہے کہ اور کوئی قیامت نہیں ہے۔ مرزا حسین علی صاحب المعروف بہاء اللہ کا ظہور ہی قیامتِ کبریٰ ہے۔ کیونکہ درحقیقت **بہائی لوگ اپنی مادہ پرستی کے باعث عالم کے فناء کے امکان کے قائل نہیں ہیں**۔ حالانکہ سائنس کی موجودہ ایجادات ثابت کر رہی ہیں کہ انسانی عقل بھی ایسی ایسی اختراعات ایجاد کر رہی ہے کہ ان کے ذریعہ تھوڑے ہی عرصہ میں سارے جہان کو ہلاکت کی آغوش میں سُلایا جا سکتا ہے۔

ایڈیٹر صاحب "بشارت" (بہائی رسالہ) کراچی لکھتے ہیں :-

> "اہلِ بہاء جب یہ کہتے ہیں کہ قیامت پیغمبر کا قیام ہے اور اسے آیاتِ کلام الٰہی سے ثابت کرتے ہیں تو لوگ تعجب کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ یہ بات ہمارے بزرگوں نے کیوں نہیں سمجھی تھی؟ اہلِ بہاء جواب دیتے ہیں کہ قرونِ اولیٰ کے بزرگ **قیامت قیامِ پیغمبر کو ہی** کہتے تھے۔"

اِس جگہ مغالطہ یہ ہے کہ اصل موضوع یعنی قیامتِ کبریٰ کا انکار اس کو زیر بحث نہیں لایا گیا۔ سوال تو یہ تھا کہ آیا پہلے بزرگوں نے یا پہلے آسمانی صحیفوں میں فناءِ عالم اور حشر و نشر کا انکار کیا گیا ہے؟ نبی کی بعثت کو قیامت کہنا تو خود قیامتِ کبریٰ کا اعتراف ہے۔ مدیر صاحب "بشارت" نے کوئی ایک بھی حوالہ ایسا پیش

نہیں کیا جس میں کسی آسمانی صحیفہ یا کسی بزرگ کے قول سے یہ بیان ہوا ہو کہ قیامت کبریٰ یعنی حشر اجساد درست نہیں ہے۔ دعویٰ تو یہ کیا ہے کہ "قرونِ اولیٰ کے بزرگ قیامت قیامِ پیغمبر کو ہی کہتے تھے" لیکن جو شیعہ صاحبان کے حوالے بھی دیتے ہیں ان میں سے کسی میں بھی حصر نہیں ہے۔ ان میں صرف یہ کہا گیا ہے کہ امام مہدی کی آمد قیامت ہو گی۔ اور یہ بات مسلّمات میں سے ہے کہ نبیوں کی آمد ایک قیامت ہوتی ہے۔

قیامتِ کبریٰ کا اثبات تو خود بہاء اللہ کی تحریرات میں موجود ہے۔ بطور نمونہ ہم صرف تین حوالے درج کرتے ہیں:۔

۱۔ "ثم اذکر الدنیا وما ترٰی فیہا من شؤناتہا وتغییرہا واختلافہا تاللہ انہا تدعوفی کل الاحیان اھلہا وتقول فاعتبروا یا اولی الابصار۔ انہا تذکر الناس و تخبرھم بزوالہا وفنائہا ولکن القوم فی سکر عجاب۔"

(مجموعہ اقدس صـ ۶۶-۶۷)

ترجمہ:۔ دُنیا اور اس کے حالات اور تغیر و اختلاف کو یاد کرو۔ بخدا یہ دُنیا ہر گھڑی اہلِ دُنیا کو پکار کر کہہ رہی ہے کہ اے عقلمندو! عبرت حاصل کرو۔ یہ دُنیا لوگوں کو وعظ کر رہی ہے اور انہیں بتا رہی ہے کہ وہ زائل ہونے والی اور فانی ہے لیکن لوگ عجیب نشے میں مخمور ہو رہے ہیں۔"

۲۔ "أیریدون الاقامۃ و رجلھم فی الرکاب وھل یریدون لذھابہم من ایاب، لا وربّ الارباب الا فی المآب، یومئذٍ یقوم الناس من الاجداث ویسئلون عن التراث طوبٰی لمن لا تنوّءہ الاثقال فی ذالک الیوم الذی فیہ تمرّ الجبال ویحضر الکل للسؤال فی محضر اللہ المتعال انہ شدید النکال۔" (مقالہ سیاح ۶ بی صـ ۱۳۰ از کلمات بہاء اللہ)

ترجمہ:۔ کیا یہ لوگ اسی جگہ ٹھہرے رہنے کا ارادہ رکھتے ہیں حالانکہ ان کا پاؤں رکاب میں ہے۔ پھر کیا انکا خیال ہے کہ وہ جا کر واپس آجائیں گے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ وہ ہرگز اِس جہان میں واپس نہیں آئیں گے مگر حشر میں اُٹھیں گے جب سب لوگ اپنی قبروں سے اُٹھیں گے اور اپنے ورثہ کے بارے میں ان سے سوال ہو گا۔ خوش قسمت ہے وہ شخص جسے اس روز بوجھوں کے نیچے نہ دبنا پڑے۔ جس دن میں پہاڑ گردش کریں گے اور ہر شخص جواب دہی کے لئے خدائے بزرگ و برتر کے سامنے جو سخت عذاب دینے والا ہے حاضر ہو گا۔"

۳۔ "لو کان الانسان مسئولاً عن وجدانہ الذی ھو خاصۃ روحہ وجنانہ فی ھذا العالم فای عقاب یبقی للبشر یوم المحشر الاکبر فی دیوان العدل الالٰھی"....

([illegible] ۱۱۲ [illegible])

ترجمہ ۔ اگر انسان سے اس کے وجدان
کے بارے میں جو اس کی روح اور دل کا
خاصہ ہے اسی دنیا میں باز پرس ہو جائے
تو حشر اکبر کے دن کے لئے عدل الٰہی
کے دیوان میں اس شخص کے لئے کونسا
عقاب باقی رہ جائے گا۔"

ان تینوں اقتباسات سے صاف ظاہر ہے کہ خود
جناب بہاء اللہ حشر اکبر کے قائل ہیں۔ اگلے جہان کے
قائل ہیں۔ ایسے دن کے قائل ہیں جبکہ سب لوگ اللہ تعالیٰ
کے سامنے جواب دہی کے لئے حاضر ہوں گے یہی قیامت
کبریٰ ہے۔ پس موجودہ بہائیوں کا قیامتِ کبریٰ کے
بارے میں جو عقیدہ ہے وہ نہ صرف کتابِ الٰہی قرآن مجید،
فرمانِ نبوی اور بزرگانِ سلف کے خلاف ہے بلکہ خود
بہاء اللہ کی تصریحات کے خلاف ہے۔

مضمون زیرِ نظر میں مدیر "بشارت" نے حضرت شیخ اکبر
محی الدین ابن العربی رح کی عبارتِ ذیل نقل کی ہے:۔

"سبحان من یتجلی فی کلامہ
بحلل صفات جلالہ وجمالہ
علی عبادہ فی صورۃ بہاء ذاتہ
وکمالہ۔

پھر اس کا ترجمہ حسب ذیل کیا ہے:۔

"پاک ہے وہ حق تعالیٰ جو اپنی صفاتِ
جلال وجمال کے پیراہنوں میں اپنے بندوں
پر اپنے ذاتی کمال کی صورت بہار میں تجلی
فرماتا ہے۔"

ہر عربی دان جانتا ہے کہ مدیر "بشارت" نے اس ترجمہ میں صریح
مغالطہ دیا ہے۔ بہاء کے معنے عربی زبان میں رونق خوبصورتی
اور حسن کے ہوتے ہیں۔ مفہوم عبارت صاف ہے کہ:۔

"خداوند تعالیٰ پاک ہے جو اپنے بندوں پر اپنی ذات
اور اپنے کمال کے حسن کی شکل میں اپنے
کلام کے ذریعہ سے جلال وجمال کے لباسوں
میں نمودار ہوتا ہے۔"

اس صاف اور واضح عبارت میں لفظ بہاء کے آجانے
سے مدیر "بشارت" نے اس کا ایسا غلط ترجمہ کیا ہے تاکہ
ناواقف لوگ خواہ مخواہ یہ سمجھیں کہ حضرت شیخ اکبر رح نے
بہاء اللہ یعنی مرزا حسین علی صاحب کا ذکر کیا ہے۔ درحقیقت
بہائی لوگ اسی قسم کی تاویلاتِ فاسدہ پر اپنے مذہب
کی بنیاد رکھتے ہیں۔

مضمون زیرِ نظر میں تیسرا مغالطہ مدیر "بشارت"
نے ان الفاظ میں دیا ہے کہ:۔

"واقعہ یہی ہوا کہ حضرت باب مہدی
علیہ السلام جو بیان لائے ہیں اس میں
تمام حقائق و معانی کی تفصیل نازل
ہوئی ہے۔"

بابیوں اور بہائیوں کے نزدیک باب کی البیان
قرآن مجید کی ناسخ ہے۔ اسے قرآن مجید کی
تاویل تو قرار نہیں دیا جا سکتا۔ پھر یہ بھی غلط
ہے کہ البیان مکمل اور مفصل ہے۔ اس کو تو
بہائیوں نے منسوخ قرار دیا ہوا ہے اور اس
سے اپنی لاتعلقی کا اظہار کر رکھا ہے۔

پس بیان جو اس کے مدعی کے دعویٰ کے
مطابق نامکمل ہے اور جس کے احکام اہل بہاء
کے نزدیک بھی سراسر متشددانہ تھے اسی لئے
بہاء اللہ نے انہیں منسوخ کر دیا۔ اس کتاب کو
قرآن مجید کے مقابلہ میں پیش کرنا اگر صریح
مغالطہ نہیں تو اور کیا ہے؟

سوالات وجوابات

(۱) رشوت کی تعریف

سوال۔ رشوت کیا ہے اور رشوت اور نذرانہ میں کیا فرق ہے؟ موجودہ زمانہ میں بعض جگہ پر گورنمنٹ کے ملازم عام آدمیوں سے پیسے لیکر کام کرتے ہیں جس میں نہ تو گورنمنٹ کا نقصان ہوتا ہے اور نہ کسی آدمی کے حقوق پر چھاپہ ہوتا ہے۔ تو اس صورت میں رشوت دینے والا مجرم ہے یا کہ نہیں؟ مثلاً ریلوے کا محکمہ ہے جس میں مال بُک کروانے پر کچھ دینا پڑتا ہے اور گورنمنٹ کا بھی کوئی نقصان نہیں ہے۔ بہرحال گذارش ہے کہ تمام پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈال کر ممنون فرمادیں۔

(غلام احمد سوداگر چرم۔ وزیرآباد)

جواب۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے وتدلوا بها الى الحكام لتأكلوا فريقاً من اموال الناس۔ جس سے رشوت کی تعریف ظاہر ہے کہ کسی افسر یا حاکم کو دوسروں کے حقوق تلف کرنے کے لئے کوئی مال پیش کرنا رشوت ہے اور یہ حرام ہے۔ رشوت لینا بھی ناجائز ہے اور رشوت دینا بھی ناجائز ہے۔ نذرانہ وہ مالی تحفہ ہے جو انسان اپنے کسی بزرگ اور مقدس انسان کو بطور ہدیہ پیش کرتا ہے اور اس کا مقصد بجز اس بزرگ کی توجہ اور دُعا کو جذب کرنے کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ نذرانہ پیش کرنا جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔

مندرجہ بالا بیان سے آپ کے سوال کے سارے پہلوؤں کا جواب آجاتا ہے۔

(۲) سوال۔ کیا صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ادا کی تھی؟

جواب۔ یہ سوال شیعہ صاحبان کی طرف سے پیدا ہوتا ہے اسلئے شیعہ کتاب سے ہی ثبوت پیش کیا جاتا ہے تفسیر صافی میں لکھا ہے:۔

"وفی الکافی عنه (الباقرؑ) قال لما قبض النبی صلت علیه الملائکة والمهاجرون والانصار فوجاً فوجاً"

ترجمہ۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو آپؐ پر فرشتوں نے بھی نماز جنازہ پڑھی اور مہاجرین و انصار نے بھی جماعت وار نماز جنازہ پڑھی۔

(الصافی سورۃ الاحزاب جزء ۲۲ صفحہ ۱۱۴)

اس اقتباس سے عیاں ہے کہ صحابہ کرامؓ مہاجرین و انصار سب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی تھی۔ پس شیعوں کا انکار نادرست ہے۔

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

(۶)

(جناب مسعود احمد صاحب واقف زندگی۔ قادیان)

ہم اور ہمارے غیر احمدی بھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دل سے خاتم النبیین یقین کرتے ہیں۔ اختلاف اس بات میں ہے کہ وہ لفظ خاتم کے معنی ختم اور بند کرنیکے کرتے ہیں حالانکہ خاتم کا لفظ عربی زبان میں ختم اور بند کرنیکے معنوں میں کبھی استعمال نہیں ہوا۔ اسکے معنی صرف مُہر اور انگوٹھی ہیں۔ لفظ خاتم کے حقیقی معنوں اور استعمال کی چند غیر مطبوعہ مثالیں درج ذیل کی جاتی ہیں۔

(۱) حضرت شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی رح کے ترجمہ میں خَاتَم النَّبِیّٖن کے معنی "مُہر تمام نبیوں کا ہے" کئے گئے ہیں (صفحہ ۵۵۵ سورۃ نمبر ۳۳ آیت نمبر ۴۰) اور خَتَمَ کے "مُہر کی" (صفحہ ۲ سورۃ نمبر ۲ آیت ۷)

(۲) بتقریب عقد نکاح جناب مولوی سید ارشاد احمد صاحب ایم اے رئیس قصبہ کھتیہ سرائے ضلع جونپور جو سہرا خادم شمیم للی صاحبہ نے لکھا اور دیش بندھو پریس سلطان پور میں شائع ہوا۔ لکھا ہے ؎

ترقی پر رہیں اقبال و دولت ہر دو جانب سے
بنے یہ خاتم اخلاص و اُلفت کا نگیں سہرا

(۳) عالیجناب الحاج سید مسعود حسن صاحب بہادر مسعود بی۔ سی۔ ایس ڈپٹی کلکٹر رئیس ابن رئیس و تعلقہ دار ریاست بھلیا ضلع کھیری اپنے دیوان "باغِ دلکش" کے صفحہ ۱۲۲ پر جذباتِ ایمانی کے ماتحت رسولِ عربی کی نعتیہ غزل میں لکھتے ہیں ؎

عام تھا لفظِ نبی کوئی تو ہوتی تخصیص
اسلئے مُہرِ نبوت کی سعادت پائی

(۴) زیبا صاحب کانپوری کہتے ہیں ؎

اُمت گنہگار ہے نہ کوئی غم گسار ہے
پیارے نبی آجاؤ تم پہ جاں نثار ہے

اسی طرح خاتم الاولیاء۔ خاتم الولایت۔ خاتم المحدثین۔ خاتم المفسرین۔ خاتم الشعراء۔ خاتم الکرام۔ خاتم المحققین۔ خاتم المخلوقات الجسمانیہ۔ خاتم الحکام۔ خاتم الکاملین۔ خاتم المراتب۔ خاتم الکمالات۔ خاتم الاصفیاء و الائمہ۔ خاتم الاوصیاء۔ خاتم المعلمین۔ خاتم المومنین۔ خاتم العارفین۔ خاتم الخلع۔ خاتم المجددین وغیرہ کی صدہا مثالیں جو رسالہ الفرقان و اخبار بدر اور دیگر ٹریکٹ وغیرہ میں شائع ہو چکی ہیں ان کے معنی ہمارے بھائی ہرگز ہرگز ختم اور بند کے نہیں کرتے۔

تفسیر صافی میں زیر آیت خاتم النبیین لکھا ہے أَنَا خَاتَمُ الانبیاء و انت یا عليُّ خاتم الاولیاء۔ یعنی میں خاتم الانبیاء اور اے علی! تو خاتم الاولیاء ہے۔

پس اگر خاتم الاولیاء کے بعد ولی ہونے بند نہیں ہوئے تو خاتم الانبیاء کے بعد نبی ہونے کیونکر بند ہو گئے؟۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ان بھائیوں کو حضور صلعم کے حقیقی درجے کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

آخر میں رسالہ رحلت بتول مطبوعہ مطبع مجتبائی لکھنؤ صفحہ ۲۴ کی مناجات پر ختم کرتا ہوں ؎

سب کو اِک راہِ حق دکھا یارب ❊ دُور ہو اختلافِ بیجا سب
دین ہو دینِ احمدی کُل کا ❊ ہو طریقہ محمدی کُل کا

البیان

قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کیساتھ

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ

تمہارا (نماز میں) اپنے چہروں کو مشرق اور مغرب کی طرف پھیرنا ہی کامل نیکی نہیں ہے۔

الْمَغْرِبِ[1] وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

لیکن (درحقیقت) نیکی تو اس شخص کی ہے جو اللہ تعالیٰ، آخری دن،

وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ[2] وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ[3]

فرشتوں، آسمانی کتابوں اور سب نبیوں پر ایمان لاتا ہے اور مال کی محبت کے باوجود اسے

ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَ

رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں

السَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ

مانگنے والوں اور گردنوں (کے آزاد کرانے) کیلئے خرچ کرتا ہے اور پھر نماز کو قائم کرتا اور زکوٰۃ ادا کرتا ہے۔

---

[1] اس جگہ اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ ظاہری جہات کی پابندی اسی صورت میں نیکی قرار پائے گی جبکہ اس کے ساتھ تمام احکامِ الٰہیہ کی اطاعت شامل ہو۔

[2] یہ پانچ ایمانیات ہیں جنہیں حدیث نبوی میں بنیادِ اسلام قرار دیا گیا ہے۔

[3] علیٰ حُبّہٖ میں ضمیر غائب کا مرجع اللہ تعالیٰ بھی ہو سکتا ہے۔ معنے یہ ہوں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے اپنے اموال غرباء و مساکین کو دیتے ہیں۔ لفظ المال بھی اس ضمیر کا مرجع ہو سکتا ہے۔ معنے ہوں گے کہ وہ مال کی محبت کے باوجود اسے غرباء وغیرہ کو دیتے ہیں۔ تیسرا مرجع اس ضمیر کا المؤتی لہٗ بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی جن غرباء و مساکین کو وہ اموال دیتے ہیں ان سے انہیں محبت ہوتی ہے وہ انہیں حقیر نہیں گردانتے بلکہ

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى

ایسے لوگ جب کوئی معاہدہ کرتے ہیں تو اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہوتے ہیں (خاص طور پر) وہ مشکلات ،

الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

آفات و امراض اور جنگ کے موقع پر صبر کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہی لوگ (اپنے عہد بیعت میں)

صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

سچے ٹھہرتے ہیں اور یہی لوگ تقویٰ شعار ہیں۔ اے وسے لوگو جو

اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ

ایمان لائے ہو تم پر اپنے مقتولوں کا بدلہ لینا قانوناً مقرر کر دیا گیا ہے (اس طرح کہ) آزاد قاتل ہو تو اسے ہی

وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِىَ لَهٗ مِنْ

غلام قاتل ہو تو قصاص میں اسی کو مارا جائے اور اگر عورت قتل کرنیوالی ہو تو وہی ماری جائے۔ ہاں اگر کسی (قاتل) کو اسکے بھائی یعنی مقتول کے

اَخِيْهِ شَىْءٌ فَاتِّبَاعٌ ۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ

ولی کی طرف سے کوئی چیز معاف کر دیجائے (یعنی قصاص کی بجائے دیت لینے پر فیصلہ ہو جائے) تو دستور کے مطابق اس کی پیروی کی جائے اور اچھے طور پر ادا کیا جائے

کہ ان کا اکرام کرتے ہیں۔

سلہ الصّٰبرین کی نصب اختصاص بالمدح کی بنا پر ہے۔ عربی زبان میں فصیح کلام میں خصوصی توجہ دلانے کیلئے ایسا کیا جاتا ہے۔

ہر قسم کی آزمائش میں صبر و استقامت کا اظہار بہت قابلِ تعریف ہے۔

ھہ قصاص کے معنے مساوات کے ہیں۔ لکھا ہے:۔ القصاص ھو عبارۃ عن المساواۃ... والمعنی فرض علیکم اعتبار المماثلۃ والمساواۃ بین القتلیٰ (النسفی) یعنی قاتلوں سے بدلہ لینے میں مماثلتِ جرم کا لحاظ رکھنا لازمی ہے۔

سلہ عربوں میں جاہلیت میں انتقام کا طریق نہایت غلط تھا۔ بعض قبائل دوسرے قبائل کے آزاد مقتول کے بدلہ میں کسی غلام کو دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا کہ قاتل کو قتل کیا جائے خواہ وہ قاتل آزاد مرد ہو خواہ غلام ہو خواہ عورت ہو۔ اس کی جگہ دوسرا آدمی نہیں مارا جائے گا۔

ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى

یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے - اس کے باوجود جو

بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ وَلَكُمْ فِى الْقِصَاصِ

زیادتی کرے گا اس کے لئے دردناک عذاب ہے - اے عقلمندو! تمہارے لئے

حَيٰوةٌ يّٰاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ كُتِبَ عَلَيْكُمْ

قصاص لینے میں زندگی ہے تا تم تقویٰ اختیار کرو - تم پر وصیت فرض ہے

اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖۚ الْوَصِيَّةُ

جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ پہنچے بشرطیکہ وہ اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہو - یہ وصیت

لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى

دستور کے مطابق ماں باپ اور دیگر رشتہ داروں کے بارے میں ہوگی - متقی لوگوں پر ایسا

الْمُتَّقِيْنَ ○ فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ

کرنا واجب ہے - پس جو شخص اسے (یعنی وصیت کو) سننے کے بعد تبدیل کر دے

ؔ قانون کے مطابق انتقام قوموں اور افراد کی زندگی کا موجب ہے - کیونکہ اس طرح امن قائم ہو جاتا ہے اور مسلسل واقع ہوتے والا فساد مٹ جاتا ہے - خود مجرم گروہ کے افراد بھی جرائم سے رُک کر زندگی پا لیتے ہیں -

ؔ اس وصیت سے مراد یہ ہے کہ ہر مرنے والا تاکیدی وصیت کر جائے کہ میرے بعد خدا تعالیٰ کے مقررہ احکام کے مطابق میری میراث تقسیم ہو - اگر اس وقت اسلامی سلطنت ہے تو اس تاکید کا اثر ورثاء وغیرہ پر ہوگا اور وہ شرح صدر سے اس کی پابندی کرینگے اور اگر اس وقت غیر اسلامی سلطنت ہے تو اس طرح مرنے والا اپنی وصیت کے ذریعہ سے خدائی وصیت کو نافذ کرنے والا قرار پائے گا -

بہرحال یہ دائمی حکم ہے اسے منسوخ قرار دینا خدائی حکمتوں کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہوگا ؛

فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ

تو یاد رکھو کہ اس (فعل) کا گناہ صرف تبدیلی کرنے والوں پر ہے۔ اللہ تعالیٰ سننے والا

عَلِيْمٌ ۝ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ

جاننے والا ہے۔ جسے وصیت کنندہ کے ناجائز میلان یا گناہ کا خطرہ ہو اور وہ ان کے

بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(ورثاء کے) مابین صلح کرا دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

ع ۲۲ ۶

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا

اے ایماندارو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح

كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

تم سے پہلے لوگوں پر مقرر کیا گیا تھا تاکہ تم تقویٰ شعار بن جاؤ۔

اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ

گنتی کے دنوں کے روزے ہیں۔ تاہم تم میں سے جو بیمار ہو یا

۹ اگر وصیت کنندہ جذبات کی رو میں بہ کر یا ناجائز اثرات کے نیچے خدائی وصیت سے انحراف اختیار کرے تو ہر شخص کا فرض ہے کہ اس کی وصیت کو باطل ٹھہرائے۔ وصیت کا شرعاً بڑا لحاظ ہے لیکن ناجائز امور وصیت کی وجہ سے جائز نہ ہوں گے۔

۱۰ لفظ "الصیام" مصدر بھی ہے اور جمع بھی۔ اس جگہ مصدر استعمال ہوا ہے۔ صوم کے لغوی معنے محض رکنے کے ہیں شرعی طور پر صوم وقت مقررہ میں مباشرت اور کھانے پینے سے رکنے کا نام ہے۔

۱۱ تمام اہل کتاب قوموں پر روزے فرض تھے۔ گو ہر قوم میں روزہ کی حقیقت اور شرائط مختلف ہیں۔ اسلامی روزہ ہر پہلو سے مکمل اور مؤثر ہے۔

عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ

سفر پر ہو تو اسکے ذمہ دوسرے ایام میں (علاوہ مقررہ ایام کے) تعداد کو پورا کرنا ہے۔ ہاں جو

يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا

روزہ رکھنے کی (مستقل طور پر) طاقت نہ رکھتے ہوں ان کے ذمہ ایک مسکین کا (روزانہ) کھانا بطور فدیہ ہے۔ جو شخص نیکی کو کمال خوش دلی

فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

سے بجا لاتا ہے تو یہ اس کیلئے بہتر ہوتا ہے۔ تمہارا روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ

رمضان کا مہینہ وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں ایسے قرآن مجید کا نزول ہوا جو سب انسانوں

هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ؕ

کے لئے ہدایت نامہ ہے اور احکام و ہدایات واضحہ کے بیّنات پر مشتمل ہے۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ

پس جو مسلمان اس مہینہ میں حاضر ہو (مسافر اور بیمار نہ ہو) وہ اسکے روزے رکھے اور جو

۱۲ھ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں :- "هو الشيخ الكبير والمرأة الكبيرة لا يستطيعان ان يصوما فليطعما مكان كل يوم مسكيناً"۔ کہ اس سے مراد بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں ہیں جو روزہ رکھ ہی نہیں سکتے وہ ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔ (صحیح البخاری کتاب التفسیر)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ محدث دہلوی نے اس آیت کے ایک اور معنے بھی بیان فرمائے ہیں۔ لکھتے ہیں :- ان المعنى وعلى الذين يطيقون الطعام فدية هى طعام مسكين فاضمر قبل الذكر لانّهٗ متقدم رتبة وذكّر الضمير لانّ المراد من الفدية هو الطعام۔ یعنی اس جگہ صدقۃ الفطر کا حکم ہے۔ (الفوز الکبیر ص۱۰)

۱۳ھ لفظ (رمضان ' رمض سے ہے۔ رمض کے معنے شدة وقع الشمس یعنی تمازت آفتاب کے ہیں (المفردات) روحانی تمازت روزہ کا خاصہ ہے جو گناہ سوز ہوتی ہے۔

۱۴ھ قرآن مجید کے نزول کا آغاز رمضان المبارک میں ہوا تھا۔

مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ

بیمار ہو یا سفر پر ہو تو اس پر دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرنا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے

بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا

پوری سہولت چاہتا ہے وہ تمہارے لئے غیر معمولی تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا۔ تاکہ تم تعداد پوری

الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ

کر سکو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائی بیان کرو

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي

اور تاکہ تم شکر گزار بنو۔ اے رسول! جب تجھ سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں

فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ

تو (انہیں کہہ دو کہ) میں بالکل قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔

فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝

ان کا فرض ہے کہ میرے احکام کی تعمیل کریں اور مجھ پر یقین رکھیں تا وہ رشد و کامیابی کو حاصل کر سکیں۔

۱۵ اس آیت کا تقاضا ہے کہ مسافر اور مریض رمضان کے بعد اپنے ایام مرض اور سفر کے مطابق روزے رکھیں گے۔ اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے۔ کہ اگر کوئی مسافر رمضان میں روزہ رکھ لے گا تو وہ اس کا نفلی روزہ ہوگا۔ رمضان کی گنتی اسے بہر حال بعد میں پوری کرنا ہوگی۔

۱۶ دینی احکام کی بنیاد اسی اصل پر ہے۔ کیونکہ اسلام دینِ فطرت ہے۔ اس کے جملہ احکام فطرت کے مطابق ہیں۔ کوئی حکم ناقابلِ برداشت رنگ نہیں رکھتا۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ انسان کو عمل کرنے میں مطلقاً تکلیف نہیں۔ ورنہ قربانی کے کیا معنے ہوئے؟

۱۷ اس جگہ اس ذکر میں یہ بھی اشارہ ہے۔ کہ روزہ دار کی دعائیں بکثرت قبول ہوتی ہیں۔

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ[18] إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ

روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں سے تمہاری قولی و عملی بے تکلفی روا ہے۔ وہ

لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ[19] ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ

تمہارے لئے بمنزلہ لباس (ستر و زینت) ہیں اور تم ان کیلئے بمنزلہ لباس ہو اللہ خوب جانتا ہے کہ تم (اس تشدد سے)

كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ

اپنے نفسوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے تھے وہ تم پر رجوع برحمت ہوا اور اس نے (تمہارے اس

وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ

تشدد کو دور کر کے) تم سے درگزر فرمایا۔ اب تم اپنی بیویوں سے مباشرت کر سکتے ہو اور خدا کی طرف سے مقدر نتائج (اولاد وغیرہ)

اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ

کے طلبگار بن سکتے ہو۔ (اسی طرح علاوہ ازیں روزہ کی راتوں میں) تم اس وقت تک کھا پی سکتے ہو جب تک فجر کی

الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ

سفید دھاری سیاہ دھاری سے تمہیں ممتاز نظر نہ آنے لگے۔

[18] الرفث: كلام متضمن لما يستقبح ذكره من ذكر الجماع و دواعيه (المفردات) وقال الازهرى الرفث: كلمة جامعة لكل ما يريده الرجل من المرأة (المنار) الرفث: هو بالفرج الجماع وباللسان المواعدة وبالعين الغمز (كليات ابى البقاء)

[19] لباس سے تشبیہ اس کی اغراض اربعہ کی بناء پر ہے۔ لباس کی اغراض چار ہیں:۔

(۱) ستر ڈھانکنا۔

(۲) زینت

(۳) گرمی و سردی سے بچانا۔

(۴) تسکین و آرام۔

خاوند اور بیوی ان مقاصد کے ماتحت ایک دوسرے کے لئے بمنزلہ لباس ہیں۔ لفظ لباس میں لزوم زواج کے علاوہ ہر ایک کو دوسرے کی اصلاح کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے۔

ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ

اس کے بعد تم رات آنے تک (مباشرت اور کھانے پینے سے) رُکے رہو۔ نیز جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو (ان

عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا

ایام میں) عورتوں سے (راتوں کی) مباشرت سے بھی کلی اجتناب اختیار کرو۔ یہ خدا تعالیٰ کی مقررہ حدود ہیں ان کے

تَقْرَبُوهَا ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ

قریب نہ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح واضح رنگ میں لوگوں کے لئے اپنے احکام بیان کرتا ہے

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ

تا وہ تقویٰ اختیار کریں۔ تم باہم ایک دوسرے کے اموال ناجائز طریقوں سے

بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ

مت کھاؤ اور نہ ہی وہ اموال حکام کو (بطور رشوت) پیش کر کے دوسرے لوگوں کے مالوں

أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

ع ۲۳

کا ایک حصہ ناجائز طور پر کھایا کرو اور تم خوب جانتے ہو۔

۵۲۰ اعتکاف رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد میں رات دن بالالتزام ٹھہرنے کا نام ہے معتکف بغیر حوائج اضطراریہ کے باہر نہیں جا سکتا۔

آیت ولا تباشروھن سے ملامست بالشہوۃ کی نفی بھی نکالی گئی ہے:۔

" المراد بالمباشرۃ الجماع .... وقیل لا تلامسوھن بشھوۃ " (الکشاف)

۵۲۱ رمضان میں جب مومن حکم الٰہی کے مطابق حلال اور طیب کھانے بھی ترک کر دیتا ہے تو اس کا اکلِ حرام اور مالِ غیر کے استعمال سے بکلی مجتنب رہنا لازمی ہوگا۔

اِس موقع پر اِس حکم میں یہ بھی تصریح ہے کہ روزہ معاشرہ کی اصلاح کا بہترین ذریعہ ہے +

مستشرقین کے اعتراضات کے جواب

الوہیتِ مسیح کے حق میں امریکن پادریوں کا سراسر غلط استدلال

عیسائی محققین کی طرف سے توحیدِ باری کے اسلامی نظریہ کی تائید

مسیحی رسالہ "مسلم ورلڈ" کے استدلال کا جواب

(از جناب مسعود احمد صاحب دہلوی بی۔ اے)

[اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عقیدۂ الوہیتِ مسیح کی تردید میں بکثرت عقلی دلائل پیش فرمائے ہیں انہی دلائل میں سے زیرِ نظر قیمتی مقالہ میں ذکر ہونے والی آیت لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ہے۔ آیت کا سیاق و سباق انتہائی واضح رنگ میں الوہیتِ مسیح کی نفی کر رہا ہے۔ مگر تعجب ہے کہ امریکہ کا مسیحی رسالہ "مسلم ورلڈ" اس سے الوہیتِ مسیح کا استدلال کرتا ہے۔ مگر مضمون نگار یہ بھول جاتا ہے کہ اگر اس آیت سے مسیح کی الوہیت ثابت ہوتی ہے تو پھر جملہ ملائکہ مقربین کو بھی خدا قرار دینا پڑے گا اور پھر بے شمار خدا ماننے جائیں گے۔

ہمارے فاضل مقالہ نویس جناب مسعود احمد صاحب دہلوی بی۔ اے نے نہایت مدلل رنگ میں "مسلم ورلڈ" کی تردید کی ہے اور عیسائی نظریہ کی خامیوں کو واضح فرمایا ہے۔ (مدیر)]

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اہلِ کتاب کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ۔ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ۔ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۔ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ

الْمُقَرَّبُوْنَ (النساء ۱۷۱-۱۷۲)

یعنی اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو مت کرو اور اللہ کے متعلق سوائے سچ بات کے کچھ مت کہو۔ مسیح ابن مریم صرف اللہ کے رسول ہیں اور اس خوشخبری کے نتیجے میں پیدا ہوئے ہیں جو اللہ نے مریم کو دی تھی۔ وہ خوشخبری اللہ کی طرف سے ایک انعام کے رنگ میں تھی۔ سو اللہ اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاؤ اور یہ مت کہو کہ تین خدا ہیں۔ اس سے باز آجاؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ اللہ ہی ہے جو یکتا معبود ہے، وہ اس بات سے پاک ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے وہی کارساز ہے اور اپنے بندوں کے لئے کافی ہے اللہ کا عبد ہونے پر مسیح ہرگز برا نہیں منائیں گے اور نہ مقرب فرشتوں کو اس کا عبد ہونے میں کوئی کلام ہوگا۔"

"مسلم ورلڈ" کا استدلال

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اس غلط عقیدے کی تردید فرمائی ہے کہ نعوذ باللہ مسیح علیہ السلام خدا یا خدا کے بیٹے تھے۔ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب پر واضح فرمایا ہے کہ وہ مسیح ابن مریم کو جو محض اللہ کا بندہ اور اس کا ایک رسول ہے، خدا کی خدائی میں شریک ٹھہرا کر اپنے دین میں غلو کر رہے ہیں۔ یہ امر خود ان کے اپنے لئے بہتر ہے کہ وہ اس بات سے باز آجائیں اور خدا کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہوئے اسی کو اپنا معبود سمجھیں۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کے ابن اللہ نہ ہونے کی دلیل کے طور پر فرمایا ہے کہ جسے تم خدا کی خدائی میں شریک ٹھہرا رہے ہو اسے خود اللہ کا عبد ہونے پر کوئی اعتراض نہیں ہے

قرآن مجید کے اس استدلال سے اختلاف کرتے ہوئے امریکہ کے مشہور عیسائی رسالے "مسلم ورلڈ" نے اپنے جنوری ۱۹۵۸ء کے نمبر میں جو حال ہی میں یہاں موصول ہوا ہے مذکورہ بالا آیات کے صرف آخری حصے یعنی لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰہِ (مسیح خدا کا عبد ہونے پر ہرگز برا نہیں منائے گا) کو نقل کر کے انجیل کی روشنی میں اسے مسیح کے ابن اللہ ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے اور لکھا ہے کہ مسیح کے حقیقی عبد ہونے سے ہمیں بھی انکار نہیں ہے۔ پولوس نے فلپیوں کے نام اپنے خط (باب ۲ آیت ۵ تا ۹) میں جہاں مسیح کے ابن اللہ ہونے کا ذکر کیا ہے وہاں اس امر کو بھی تسلیم کیا ہے کہ وہ خدا کا حقیقی عبد تھا لیکن اس کے حقیقی عبد ہونے سے اس کے ابن اللہ ہونے کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ اس کا حقیقی عبد ہونا ہی اس امر کی دلیل ہے کہ وہ خدا کا بیٹا ہے اور اس کی خدائی میں شریک ہے۔ اس کے لئے خدا کا حقیقی عبد بن کر دکھانا ممکن ہی اسلئے ہوا کہ وہ خدا کا بیٹا تھا۔ اگر وہ خدا کا بیٹا نہ ہوتا تو عبودیت کاملہ کا نمونہ بھی نہ دکھا سکتا۔ پس مسیح کا حقیقی عبد ہونا اس امر کو مستلزم ہے کہ اسے خدا کا بیٹا تسلیم کیا جائے۔ چنانچہ "مسلم ورلڈ" لکھتا ہے:۔

ترجمہ:۔ "خدا کی مرضی کو پورا کرنے کی خاطر مسیح کا عبودیت کے رنگ میں تذلل اختیار کرنا اس کے ابن اللہ ہونے کی نفی پر دلالت نہیں کر سکتا۔ اس سے تو بلاشبہ اس کی ابنیت اور بھی زیادہ اجاگر ہوتی ہے۔ اور اس کی ابنیت کا انتہائی نمایاں طور پر

اظہار ہوتا ہے مسیح کا رضا و رغبت خدا کی
عبودیت اختیار کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے
کہ وہ عبد ہوتے ہوئے اس کا بیٹا نہیں
ہو سکتا۔ چونکہ وہ ابن اللہ تھا اسی لئے
اسے عبودیت کا نمونہ پیش کرنا دو بھر
معلوم نہیں ہوا" (ص۱)

یہ موقف اختیار کرنے کے بعد کہ مسیح کا عبد ہونا ہی اس امر کو مستلزم ہے کہ اسے خدا کا بیٹا تسلیم کیا جائے "مسلم ورلڈ" کے لئے لازمی نتیجے کے طور پر ضروری تھا کہ وہ یہ موقف بھی اختیار کرتا کہ حقیقی عبد بن کر دکھانے کی اہلیت خدا کے سوا اور کسی میں نہ تھی یہ اہلیت صرف اور صرف خدا میں ہے کہ وہ حقیقی عبودیت کا نمونہ دکھا سکے چنانچہ وہ مزید لکھتا ہے:۔

"انجیل کے نظریہ کے مطابق ہم کہہ سکتے
ہیں کہ مسیح کو مسیح ہونے کی حیثیت میں جو
اہم کام سرانجام دینا تھا وہ اس قدر
بھاری اور عظیم تھا کہ اس کو سرانجام
دینے کی اہلیت صرف اور صرف خدا میں
ہی ہو سکتی تھی۔" (ص۲)

آگے چل کر حقیقی عبودیت کا نمونہ پیش کرنے کی ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے "مسلم ورلڈ" نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ خدا بنی نوع انسان کی تربیت اور ان کی راہنمائی کے لئے دنیا میں عبودیت کا کامل نمونہ پیش کرنا چاہتا تھا تاکہ انسانوں کو جو گنہگار پیدا کئے گئے ہیں گناہوں سے نجات دلائے۔ اس غرض کے تحت اس نے خود تنزل اختیار کیا اور خود کو اپنے بیٹے کے طور پر انسان کی شکل میں بھیجا اور اس طرح حقیقی عبودیت کا نمونہ پیش کر کے انسانوں کے لئے نجات کا سامان بہم پہنچایا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:۔

"اگر خدا واقعی بنی نوع انسان کی
تربیت اور ان کی راہنمائی کرنا چاہتا
تھا تو کیا یہ مقصد اپنی تکمیل کے لحاظ سے
بذاتِ خود خدا کے اپنے ظہور اور اس
کام میں براہِ راست اس کی اپنی شرکت
کا متقاضی نہ تھا؟ کیا خدا کو خود خدا
کے سوا کوئی اور ظاہر کر سکتا ہے؟
کیا اس کی مرضی اس لحاظ سے بجز اس
کی اپنی ذات کے اور کسی کی محتاج ہو سکتی
ہے؟" (ص۳)

غلط مفروضہ

"مسلم ورلڈ" کے جو اقتباس ہم نے اوپر درج کئے ہیں ان سے ظاہر ہے کہ رسالہ مذکور نے مسیح کو ابن اللہ قرار دینے کی بنیاد اس مفروضہ پر رکھی ہے کہ عبودیت کاملہ کا نمونہ پیش کرنے کی اہلیت بجز خدا کے اور کسی میں نہ تھی۔ اس کا کہنا ہے کہ چونکہ مسیح نے عیسائیوں کے عقیدے کے بموجب ایسا نمونہ قائم کر دکھایا اس لئے اس میں اس اہلیت کا پایا جانا بدیہی طور پر اس امر کی دلیل ہے کہ وہ خدا کا بیٹا ہے اور اس حد تک اس کی صفات سے متصف کہ خود اس کی خدائی میں شریک ہے۔

اگر "مسلم ورلڈ" کے اس انوکھے استدلال کو جو ایک من گھڑت مفروضہ پر مبنی ہے درست تسلیم کر لیا جائے تو اس سے خدا تعالیٰ پر دو طرح سے حرف آتا ہے۔ اوّل اس طرح کہ اس نے خدا ہوتے ہوئے تنزل اختیار کیا اور ایک معذور و مجبور اور فانی انسان کا روپ بھرا جو اس کی شان کے منافی ہے۔ دوسرے اس طرح کہ "مسلم ورلڈ" اور انجیل کے

بیان کردہ مقصد کے پیشِ نظر اس کا تنزل اختیار کرنا ایک فعلِ عبث سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا جب یہ تسلیم کر لیا گیا کہ عبودیتِ کاملہ کا صحیح نمونہ پیش کرنیکی انسان میں اہلیت ہی نہ تھی تو پھر خدا کا پیش کردہ نمونہ انسان کے کس کام آسکتا ہے۔ بنی نوع انسان خدا سے کہہ سکتے ہیں کہ اے ہمارے پیدا کرنے والے! ہم تو عاجز بشر ہیں۔ ہم عبودیت کی اس معراج کو کیسے پہنچ سکتے ہیں جس کا نمونہ پیش کرنے کی بجز تیرے اور کسی میں اہلیت نہیں۔ پس نعوذ باللہ اس عقیدے کی رُو سے خدا نے ذلت بھی اٹھائی اور نتیجہ بھی ایک فعلِ عبث سے زیادہ کچھ نہ نکلا۔

الوہیتِ مسیح کے عقیدے سے اہلِ مغرب کی بیزاری

مروّجہ اناجیل میں بیان کردہ خوش اعتقادی سے بالا ہو کر اگر "مسلم ورلڈ" کے بیان کردہ استدلال پر غور کیا جائے تو اس کا غیر معقول ہونا خود عیاں ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگر خدا نے نمونہ انسانوں کے لئے پیش کرنا تھا تو پھر انسانوں میں ہی سے کسی کو منتخب کر کے اسکے ذریعہ نمونہ پیش کیا جاتا تاکہ دوسرے انسان یہ سمجھتے کہ اگر ہم جیسا ایک انسان عبودیت کے اس معراج کو پہنچ سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس کی پیروی کر کے ہم بھی اپنی زندگیوں میں انقلاب پیدا نہ کر سکیں۔ نعوذ باللہ اگر مسیح فی الواقعہ خدا تھا تو پھر انسان یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ جو ہستی فوق البشر کا درجہ رکھتی ہے وہ ہمارے لئے کیسے نمونہ بن سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آجکل کے ترقی یافتہ زمانے میں جبکہ سائنسی علوم کی ترویج کے باعث انسان ہر بات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کا عادی ہو چکا ہے صرف وہ لوگ ہی نہیں جو مسیحیت سے کوئی علاقہ نہیں رکھتے بلکہ خود مسیحی حضرات کی بھاری اکثریت (الوہیتِ مسیح کے عقیدے پر رسماً ایمان رکھنے کے باوجود) اسے درست تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہے۔ چنانچہ بہت سے محققین ایسے ہیں جنہوں نے مسیحؑ کے ابن اللہ ہونے سے محض اس بناء پر انکار کیا ہے کہ اگر وہ خدا تھا تو اس کی زندگی ہمارے لئے نمونہ نہیں ہو سکتی۔ ہمارے لئے اس کا نمونہ اسی صورت میں قابلِ تقلید ہو سکتا ہے کہ اسے اوّل اور آخر خالصتہً ہم جیسا ہی فانی انسان تسلیم کیا جائے۔

ولیم راتھبون کی تنقید

چنانچہ انگلستان کے مسٹر ولیم راتھبون گریگ (William Rathbone Greg) اپنی کتاب "دنیائے عیسائیت کا اعتقادی سرمایہ" (The Creed of Christendom) میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"ایک ایسی بات کے پیچھے جو سراب سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ عیسائیت نے اصل حقیقت کو گم کر کے رکھ دیا۔ اس نے عقائد کے میدان میں جو کچھ حاصل کیا عمل کے میدان میں اس سے کہیں زیادہ نقصان اٹھایا۔ معجزانہ طور پر اس نے خدا کا بیٹا قرار دے کر مسیح کو اس قابل نہیں چھوڑا کہ وہ انسانوں کے لئے اسوہ اور نمونہ کا کام دے سکے۔ اگر وہ کسی مخصوص رنگ میں خدا کا اکلوتا بیٹا تھا اور اس کی خدائی میں شریک تھا تو اس کے اور

ہمارے درمیان ایک بہت بڑی

خلیج حائل کر دی گئی ہے - ایسی

صورت میں ہم تعظیم کے طور پر

اس کے آگے گردنیں جھکا سکتے

ہیں لیکن اس کی پیروی اور نقل

نہیں کر سکتے - ہم شاید پہلے سے

کہیں زیادہ تعظیم و تکریم کے ساتھ

اس کے احکام کو سنتے اور اس کے

کردار کے حسن و خوبی کا تذکرہ

کرتے ہیں لیکن اس خیال سے نہیں

کہ اس کی اتباع کریں بلکہ اس

خیال سے کہ اس کی پرستش اور

عبادت کریں ——— اس کی علوِ مرتبت،

اس کا حسن و احسان، دوسروں کی بھلائی

کے لئے اس کی انتھک جدوجہد، بہلار

کے ساتھ معاملہ کرنے میں اس کا صبر و تحمل،

مصیبت زدوں پر اس کی شفقت، مصائب

برداشت کرنے میں اس کا دلیرانہ عزم،

دکھ سہنے پر اس کی آمادگی - اس کے ان

سب اوصاف کا تذکرہ ہم کتابوں میں

محبت و عقیدت کے انتہائی گہرے جذبات

کے ساتھ پڑھتے ہیں لیکن دل ہی دل میں

یہ کہتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں کہ "وہ

تو خدا تھا - نیکی اور پارسائی کا یہ مقام انسانوں

کی پہنچ سے باہر ہے - بھلا اس مقام تک

پہنچنا ہمارے بس میں کہاں!" میٹھے

اور خوش آیند الفاظ میں حق کو چھپانا

بے معنی ہے - (صاف اور سیدھی

بات یہ ہے کہ) اگر مسیح انسان تھا

تو پھر وہ ہم جیسا ہی تھا - ایسی

صورت میں نوعِ انسان کی نجات

کا امکان حقیقت کا جامہ پہن سکتا

ہے لیکن اگر جیسا کہ کٹر قسم کے عیسائی

سمجھتے ہیں وہ انسان نہیں خدا تھا اور

اس کی خدائی میں شریک تو پھر اسکو

انسانی معراج کا نمونہ قرار دینا

انتہا درجے کی ستم ظریفی ہے - ایک

ایسا وجود جو خدائی کمال اپنے اندر

رکھتا ہو وہ ان کیلئے کس طرح نمونہ بن سکتا

ہے جن کی ذات بشری کمزوریوں سے

بھرپور ہے - سلام ہے ایسے مسیح کو جس کا

کام صرف عقائد بیان کرنا اور احکام

سنانا تھا - ایسی عیسائیت ایک

جسدِ بے جان کی طرح ہے۔۔۔۔
بلاشبہ اس کٹرپن اور تعصب نے عیسائیت کا خون کر کے رکھ دیا ہے۔ مسیح کا مرتبہ بڑھانے کی کوشش میں انہوں نے اسے اسی طرح غیب کے پردوں میں چھپا دیا ہے جس طرح خدا ہماری نگاہوں سے مستور ہے۔ انسانی آنکھ اسے دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتی۔ کٹر قسم کی مروجہ عیسائیت نے اسے اس حالت سے نکال کر جس میں وہ انسانوں کے لئے اسوہ اور رہنمونے کا کام دے سکتا تھا عبادت اور پرستش کے لائق بنا چھوڑا ہے۔ اس خواہش کے زیرِ اثر کہ مسیح کو الوہیت سے ہمکنار کر دیا جائے ایک لحاظ سے اس کی زندگی کو بنجر زمین کی مانند کر دیا گیا ہے (جس میں روئیدگی نام کو نہیں ہوتی)"۔

(The Creed of Christendom. Page 117, 118)

بیسویں صدی کے مسیحیوں میں ہلچل

مسیح کو ایک طرف انسان اور دوسری طرف خدا یا خدا کا بیٹا تسلیم کرنے کا عقیدہ حقیقت سے اس قدر عاری ہے۔ کہ ایک ولیم راتھ بون گریگ ہی نہیں بلکہ یونیٹیرینوں کی زبردست اکثریت کا اس بارے میں ایمان متزلزل ہو چکا ہے۔ مسٹر گریگ نے ان خیالات کا اظہار انیسویں صدی کے وسط میں کیا تھا۔ بیسویں صدی میں ان خیالات کی مقبولیت کا یہ عالم ہے۔ کہ مغرب میں ایسے لوگوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ جو الوہیت مسیح کے عقیدے پر بظاہر اعتقاد رکھنے کے باوجود فی الحقیقت مسیح کی اس نرالی حیثیت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ چنانچہ "ڈرِیو تھیولوجیکل سیمناری' امریکہ" (Drew Theological Seminary) کے پروفیسر دینیات مسٹر ایڈون لوئس (Edwin Lewis) کو اپنی کتاب ۔۔۔۔۔۔ "A Manual of Christian Beliefs" مطبوعہ ۱۹۲۷ء میں باقاعدہ ایک باب اس مضمون کے لئے وقف کرنا پڑا ہے۔ کہ بیسویں صدی عیسوی میں خود مسیحیوں کے نزدیک مسیح کی شخصیت ایک مذہبی ریفارمر کے طور پر کس حیثیت اور مقام کی حامل ہے اپنی کتاب کے نویں باب میں "Jesus in the Twentieth Century" کے زیرِ عنوان انہوں نے اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اور بڑی وضاحت سے ثابت کیا ہے۔ کہ بیسویں صدی میں خود مسیح کی طرف منسوب ہونے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے۔ جو الوہیت مسیح کے عقیدے پر دل سے ایمان نہیں رکھتی۔ وہ اس کے تعلق باللہ کے قائل ہونے اور اپنا نجات دہندہ ماننے کے باوجود اسے اپنے جیسا ہی ایک انسان سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک مسیح نہ خدا تھا۔ اور نہ خدا کا بیٹا۔ وہ محض ایک انسان تھا جس میں خدا تعالیٰ نے یہ اہلیت رکھی تھی۔ کہ وہ لوگوں کو حق کی طرف بلائے اور انہیں ایک ایسے راستے پر گامزن کرے کہ جو ان کی نجات کی ضمانت دے سکے۔ ایسے لوگوں کا خیال ہے۔ کہ وہ انسان ہوتے ہوئے آج بھی ان کو ضلالت اور گمراہی سے بچا کر امن و سلامتی کے راستے پر گامزن کر سکتا ہے۔ وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔ کہ اس کی نجات دلانے کی اہلیت کا مدار اس کے ابن اللہ ہونے پر ہے۔ چنانچہ مسیح کے متعلق بیسویں صدی کے مسیحیوں کے اندازِ فکر کی عکاسی کرتے ہوئے مسٹر ایڈون لوئس لکھتے ہیں:۔

ترجمہ:۔ "مسیح کے متعلق ہمارے افکار کی بنیاد

کسی طے شدہ نظریے یا عقیدے پر نہیں
بلکہ معلوم حقائق پر ہونی چاہیئے۔ اِس
بارے میں تاریخ سے ہمیں جو کچھ پتہ چلتا ہے
وہ یہ ہے کہ مسیح ایک انسان کے طور پر
دنیا میں ظاہر ہوا۔ اس نے اسی طرح
زندگی شروع کی جس طرح ہم سب کی
زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ جب تک وہ
دنیا میں رہا لوگوں نے اس میں جن خواص کا
مشاہدہ کیا وہ انسانی خواص ہی تھے۔۔۔۔
مسیح کے متعلق جدید نظریہ ان تاریخی
حقائق کی طرف ہی عود کر رہا ہے۔ اس نظریہ
کے حامی اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ عہد نامۂ
جدید میں بعض بیانات ایسے ہیں جن سے
مسیح کے متعلق اعتقادی نظریے کی
تائید ہوتی ہے۔ اور جو اس امر پر روشنی
ڈالتے ہیں کہ گویا اوّلاً مسیح خدا کی طرح
بشریت سے بالا تھا اور بعد میں اس نے
انسانی روپ اختیار کیا۔ لیکن ان کا کہنا
ہے کہ ہمیں اِن بیانات کو تاریخی نقطۂ نظر
سے پرکھنا چاہیئے۔ تاریخ مسیح کو اس کے
ہم جنسوں جیسے ایک انسان کے طور پر
ہی پیش کرتی ہے۔ اسلئے ایسے بیانات
کو توجیہی اور وضاحتی بیانات کا درجہ دینا
چاہیئے۔ اور جن بیانات کی حیثیت
محض توجیہی ہو انہیں تنقید سے بالا نہیں
سمجھنا چاہیئے۔" (ص ۹۳)

آگے چل کر مسٹر ایڈون لوئس بیسویں صدی کے
مسیحیوں کی طرف سے اس اعتراض کا جواب دیتے
ہوئے کہ مسیح اپنے کاموں کے لحاظ سے ہم جیسا انسان
نظر نہیں آتا، کہتے ہیں کہ اس کا اپنے کاموں کے لحاظ
سے ہم سے مختلف ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ ہر انسان
دوسرے انسانوں سے مختلف ہوتا ہے۔ لوگ اپنی اپنی
اہلیت کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے
ہیں لیکن اپنی نوع اور جنس کے لحاظ سے ہوتے انسان ہی
ہیں۔ اسی طرح مسیح بھی اپنے زمانے کے تمام دوسرے
انسانوں سے مختلف تھا۔ اس اختلاف کی بنا پر وہ
بشریت کے دائرے سے نہیں نکل سکتا۔ چنانچہ وہ بیسویں
صدی کے مسیحیوں اور ان کے انداز فکر کی ترجمانی کرتے
ہوئے لکھتے ہیں :-

"مسیح ہم جیسا ہی تھا۔ کیونکہ وہ اُن قوانین
کے مطابق ہی معرض وجود میں آیا اور پھر
اِس دنیا میں زندہ رہا جن قوانین کے تحت
(اس کرۂ ارض پر) انسانی زندگی کا
برقرار رہنا ممکن ہے ۔۔۔۔ (اور
جب ہم کہتے ہیں کہ) وہ ہم جیسا نہیں تھا
تو یہ اسی طرح ہے جس طرح ہر انسان
دوسرے انسانوں جیسا نہیں ہوتا البتہ
اس کا مختلف ہونا ایسا تھا کہ جس نے اسے
وہ کچھ کر دکھانے کا اہل بنا دیا تھا جو اب
تک کسی دوسرے سے بن نہ پڑا تھا (رہا
یہ امر کہ "خدا مسیح میں تھا" تو ایک نہ ایک
لحاظ سے خدا ہر انسان میں ہوتا ہے اور
اِس طرح انسانوں میں اس کے موجود ہونے
سے ہی کوئی انسان یہ کام اور کوئی وہ کام
سرانجام دینے کا اہل قرار پاتا ہے۔ خدا
افلاطون کو فلاسفر بنانے کے لئے اس میں
تھا، وہ شیکسپیئر کو شاعر بنانے کے لئے
اس میں تھا۔ علیٰ ہذا وہ بیچ (Bach)

کو نامی گویا بنانے کے لئے اس میں بھی
تھا۔ اسی طرح وہ مسیح میں بھی تھا۔ تاکہ اسے
مذہبی زندگی کا سب سے اعلیٰ نمونہ پیش
کرنے والا بنائے اور اسے مذہب کو
پیش کرنے اور اسے پایۂ تکمیل تک
پہنچانے والے کے طور پر پیش کرے
اور اُسے دُنیا کا سردار اور کامل نجات دہندہ"

تثلیث کا گورکھ دھندا

ان اقتباسات سے ظاہر ہے کہ مسیح کی دو حیثیتیں
تسلیم کرنا یعنی وہ ایک حیثیت سے انسان بھی ہو اور
دوسری حیثیت سے خدا کا بیٹا اور خدا بھی۔ اسی طرح
باپ، بیٹا اور روح القدس تینوں الگ الگ خدا ہوں
اور تینوں مل کر ایک بھی ہوں یعنی ایک میں تین ہوں اور
تین میں ایک۔ یہ ایسا گورکھ دھندا ہے کہ آجکل کے
معقولیت پسند لوگ خواہ وہ عیسائی کیوں نہ کہلاتے
ہوں اس میں اُلجھنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ انکے نزدیک
یہ نظریہ سراسر غیر معقول اور ناقابلِ فہم ہے۔ پھر
مسیح کو خدا تسلیم کرنے سے عملی زندگی میں جو رکاوٹ واقع
ہوتی ہے وہ اس پر مستزاد ہے۔ اسلئے ولیم رالف اِن
گریگ اور ان کی قبیل کے چند ایک محققین ہی نہیں
بلکہ ایڈورڈ لوئس کی شہادت کے بموجب بیسویں صدی
کے تمام معقولیت پسند عیسائی اس پر رسماً اعتقاد
رکھنے کے باوجود اس کے دل سے قائل نہیں ہیں۔ علاوہ
اس کو کلی طور پر خیرباد کہہ کر مسیح کو اپنے جیسا ہی ایک انسان
یا عبد سمجھتے ہیں۔ اس کے باوجود "مسلم ورلڈ" نے اپنے رسمی
عقیدے کی پیچ کی خاطر مسیح کے عبد ہونے کو ہی اس کی
الوہیت کی دلیل قرار دینے کی کوشش کی ہے اور
موقف یہ اختیار کیا ہے کہ مسیح کا حقیقی عبد بنکر دکھا دینا
ہی اس امر کی دلیل ہے کہ وہ خدا کا بیٹا ہے۔

کیونکہ حقیقی عبد بن کر خدا ہی دکھا سکتا تھا۔ یہ ایسا ہی
ہے کہ کوئی کہے کہ ایک سپاہی کا اعلیٰ درجہ کا سپاہی
ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ دنیا کا ماہر ترین جرنیل
ہے۔ کیونکہ حقیقی سپاہی بن کر دنیا کا ماہر ترین جرنیل ہی
دکھا سکتا ہے یا ایک مزدور کا اعلیٰ درجے
کا مزدور ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ دنیا کا ماہر ترین
انجنیئر ہے۔ کیونکہ ایک ماہر ترین انجنیئر ہی اعلیٰ درجے کا
مزدور بن کر دکھا سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مفروضہ
بالبداہت غلط ہے اور اس کو صداقت سے دُور کا
بھی واسطہ نہیں ہے۔ مسیح کا عبداللہ ہونا اس
امر کی دلیل ہے کہ وہ ایک انسان ہی تھا نہ کہ خدا۔ خدا
اگر عبودیت کاملہ کا نمونہ پیش کرنا چاہتا تھا تو اس
کے لئے اُسے خود انسانوں والی محتاجی اختیار کرنے کی
ضرورت نہ تھی کیونکہ ہر قدرت اُسے حاصل ہے اور
وہ ہر قسم کی حاجات سے پاک اور منزّہ ہے۔

رسالت اور بشریت کے متعلق اسلامی نظریہ

یہی وجہ ہے کہ اسلامی عقیدے کی رُو سے جسکی
تاریخ بھی مؤید ہے عبودیتِ کاملہ کا نمونہ خدا تعالیٰ
ہر زمانے میں اپنے مقبول بندوں کے ذریعہ ہی دکھاتا
آیا ہے۔ اس کا ایک نمونہ اس نے مسیح علیہ السلام کے
ذریعہ بھی دکھایا اور اس کا اکمل و اتم نمونہ پیش کرنے
کے لئے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب
کیا جیسا کہ اس نے اپنے کلام پاک میں تمام بنی نوع
انسان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ
اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب آیت ۲۲)

یعنی اے رُوئے زمین پر بسنے والے
انسانو! ہمارے اس رسول کی زندگی تمہارے

ہمارا رسول آ گیا جو تم سے کتاب کی اُن
اکثر باتوں کو جن کو تم چھپاتے تھے بیان
کرتا ہے اور بہت سی باتوں سے چشم پوشی
کرتا ہے۔ تمہارے پاس اللہ کی طرف
سے روشنی اور واضح کتاب آ چکی اس
سے اللہ اُن لوگوں کو جو اس کی رضا کی
پیروی کرتے ہیں سلامتی کی راہیں دکھاتا
ہے اور اُنہیں اپنے حکم سے تاریکیوں
سے روشنی میں نکالتا ہے اور ان کو
سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

وہ وقت کہ جب اہل کتاب شرک سے باز آ کر اسلام کی
صداقت پر دل سے ایمان لائیں گے اب بہت قریب آ گیا
ہے۔ کیونکہ خدا کا مسیح اپنی آمد ثانی میں اُن پر اتمام حجت
کر کے یہ خوشخبری دے چکا ہے:۔

آسماں پر دعوتِ حق کیلئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار
آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار
آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

چنانچہ اہلِ یورپ میں جس رُوحانی بیداری کے
آثار کا ہم نے اُوپر ذکر کیا ہے وہ آثار اسی عظیم الشان
انقلاب کا پیش خیمہ ہیں جس کی بانیٔ سلسلہ احمدیہ
حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مندرجہ بالا اشعار
میں خبر دی ہے اور وہ وقت دُور نہیں جب تمام دُنیا
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے اکٹھی جمع
ہو جائے گی۔

حضرت چوہدری احمد الدین صاحب وکیل گجرات کا افسوسناک انتقال

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

محترم چوہدری احمد الدین صاحب پلیڈر نہایت
مخلص اور دیرینہ احمدی تھے۔ انہوں نے ۱۹۰۵ء
میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔
ہمیشہ ہی اسلام اور احمدیت کے لئے سینہ سپر
رہے ہیں۔ الفرقان کے مستقل مضمون نگار تھے
آپ کو اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید سے خاص
محبت عطا فرمائی تھی۔ آپ ہمیشہ قرآن مجید
پر تدبر کرتے رہتے تھے اور بہت عمدہ نکات
نکالتے تھے۔ آپ نے الفرقان کے لئے بہت سے
مفید مضامین تحریر فرمائے ہیں۔ اِسی اشاعت
میں ان کا ایک قابلِ قدر مضمون درج ہو رہا
ہے۔ نہایت افسوس ہے کہ آپ ۲۴ مئی ۵۵ء
کو گجرات میں انتقال فرما گئے۔ انّا للّٰہ و
انّا الیہ راجعون۔

ادارہ الفرقان حضرت چوہدری صاحب
کے فرزند چوہدری بشیر احمد صاحب وکیل اور
جملہ پسماندگان سے دلی تعزیت کرتا ہے۔ دُعا
ہے کہ اللہ تعالیٰ چوہدری صاحب کی مغفرت فرمائے
انہیں جنت میں بلند درجات بخشے اور پسماندگان
کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

آمین!

شذرات

(۱) ہندوستان کو اسلام کے دس نمایاں عطیہ جات

مشہور بنگالی مورخ ڈاکٹر سر جادو ناتھ سرکار سابق وائس چانسلر کلکتہ یونیورسٹی نے "ہندوستان میں اسلام" کے عنوان سے جو مضمون لکھا تھا اس میں تحریر فرماتے ہیں :-

"آریائی دور کے چھ عطیات بھارت کیلئے تھے، تو اسلام کے دس خاص و نمایاں عطیات تھے۔ بھارت کے لئے مسلم دور کے تحفے کیا تھے؟ وہ دس تھے۔

(۱) اولاً بیرونی دنیا سے ربط، ممالک خارجہ سے تعلق اور ہندوستانی جنگی بحریہ (نیوی) کا قیام اور بحری تجارت کی تجدید جو جنوبی ہند کے چولوں Cholas کے بعد بالکل مفقود و معدوم ہو چکی تھی۔

(۲) دوئم۔ ہندوستان کے بہت بڑے حصہ خصوصاً وندھیاچل کے شمالی حصہ میں امن و امان اور سیاسی اتحاد کا دور دورہ۔

(۳) سوئم۔ وہ یکسانیت اور یکتائی جو ایک متحدہ و مشترکہ مرکزی نظم و نسق سے لازماً ملک بھر میں پیدا اور مضبوط ہوئی۔

(۴) چہارم۔ بلا تمیز عقیدہ و مذہب، معاشرتی آداب و تہذیب، لباس و پوشاک، وضع و قطع کی یکسانیت خصوصاً اونچے طبقات ملک میں جس سے ہم جنسیت کے تصور نے جنم لیا۔

(۵) پنجم۔ انڈو سارا سینک آرٹس، عربی، ہندی فنون لطیفہ جس میں دور وسطیٰ کے ہندو ادنیٰ جیسے فنون جمیلہ بھی مزوج ہوگئے۔ نیز ایک بالکل نئی و اعلیٰ طرز تعمیرات اور بالکل نئی قسم کے صنائع و بدائع اور حسین تر فنون دکاری گری کی نئی نئی حرفتیں۔ مثلاً شال بافی، اطلس بافی، نوربافی، کمخواب، قالین بافی، ململ، باغبانی، چمن بندی، ثمر کاری وغیرہ وغیرہ۔

(۶) ششم۔ ایک مشترکہ عوامی ملکی زبان کامن لینگوا فرانکا جس کو ہندوستانی ریختہ یا اردو کہتے ہیں۔ نیز ایک خاص طرز کی دفتری زبان اور نثری اسٹائل جس کی ترقی میں فارسی داں ہندو منشیوں نے نمایاں حصہ لیا۔ اور جس کی تقلید و نقالی مرہٹی چٹ نویسوں نے فارسی سے مراٹھی زبان و دفتر میں بھی کی ہے۔

(۷) ہفتم۔ مسلم سلطنت دہلی کے زیر سایہ عام امن و عافیت اور اقتصادی خوش حالی و معاشی ترقی کے ثمرہ کے طور پر دیسی عوامی زبانوں ورنکیولرز (لوک بولیاں) اور ان کی ادبیات کی زبردست ترقی اور غیر معمولی فروغ عام۔

(۸) ہشتم۔ وحدانیت اور تصوف اور موحدانہ مذہبی تجدیدی تحریکات و

معاشرتی اصلاحات کا زبردست عروج وارتقاء۔

(۹) نہم۔ تاریخ اور تاریخی لٹریچر کی پیدائش و ترقی۔

(۱۰) دہم۔ فنونِ جنگ، فنون تمدن سیویلائزیشن میں عمومی تہذیب و شائستگی ترقی و تعالی کا دَور جدید۔"

(پرابدھا بھارت کلکتہ اگست ۱۹۳۸ء)

الفرقان۔ یہ اعترافِ حقیقت اسلام کی حقانیت کا ایک کھلا ثبوت ہے۔ اِس اقتباس سے ظاہر ہے کہ اسلام کے احسانات کا آہستہ آہستہ اعتراف کیا جارہا ہے۔ خدا کرے کہ اسلام کے سارے کمالات ہی غیرمسلم بھائیوں پر منکشف ہو جائیں۔

(۲) "خاتم المحدثین" کا استعمال

ضلع سرگودھا کے رسالہ الفاروق میں شیعوں کی کتاب کا ایک اقتباس درج کرنے کے بعد لکھا ہے:۔

"ان چھ جوابوں سے جو خاتم المحدثین علامہ نوری شیعہ نے جو اپنی کتاب فصل الخطاب میں دیئے ہیں چند نتائج ماخوذ ہوتے ہیں۔۔

....." (۵ار اپریل ۵۷ء ص۱۵)

کیا کوئی شیعہ یا سُنی دوست کہہ سکتے ہیں کہ علامہ نوری کے بعد کوئی محدث نہیں ہو سکتا یا نہیں ہوا؟

زبان کے تمام محاورات کو ملحوظ رکھ کر ہی کسی لقب کے معنے کرنے چاہئیں۔

(۳) تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ کا اثر

مولانا مودودی صاحب نے مارچ سنہ ۵۶ء میں مشرقی پاکستان میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ۔

"اس کام میں ان کو سب سے زیادہ مدد منیر رپورٹ سے ملی ہے جس کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس وقت دُنیا میں کوئی ایسی دستاویز موجود نہیں ہے، جو مشرق و مغرب میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس قدر غلط فہمیاں پھیلنے کا موجب ثابت ہوتی ہو" (رسالہ مشرقی پاکستان کے حالات و مسائل کا جائزہ ص۱)

اِس بیان سے ظاہر ہے کہ گورنمنٹ پاکستان کے تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ سے مولانا مودودی بہت ناراض ہیں۔ آپ نے اپنے بیان میں یہ نہیں بتلایا کہ اس رپورٹ میں "اسلام اور مسلمانوں" کے خلاف کونسی "غلط فہمیاں" پیدا کی گئی ہیں۔ وہ رپورٹ مطبوعہ موجود ہے۔ اس میں تو جابجا اسلام کی طرف سے دفاع پیش کیا گیا ہے۔ البتہ اس میں علماء اور ان کے غلط مسائل و خیالات کا تجزیہ کیا گیا ہے اور قانونی طور پر ان سے اپنے عقائد پر دلائل کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اس سے پیشتر "علماء" اپنی مسجدوں میں اپنے عقیدتمندوں کے سامنے جو چاہتے تھے کہتے تھے۔ کوئی ان سے دلیل و برہان نہ پوچھتا تھا۔ جو چاہتے تھے فتویٰ دیتے تھے کوئی ان سے بازپرس نہ کرتا تھا۔ مگر عدالت میں ان سے ہر دعویٰ پر دلیل اور فتویٰ کے لئے سند کا مطالبہ ہوا جس پر یہ علماء سٹ پٹا اُٹھے اور اپنے عجز کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف غلط فہمیاں قرار دینے لگ گئے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ عدالت نے جب علماء سے مسلمان کی تعریف دریافت کی تو وہ کوئی تعریف نہ بتا سکے اور آخر کمیشن کو یہ ریمارک دینا پڑا کہ ہمارے سامنے کوئی دو علماء مسلمان کی تعریف پر متفق نہ تھے۔

افسوس ہے کہ مولانا مودودی نے علماء کی کمزوری اور بےبسی کو اسلام کے خلاف غلط فہمی پھیلانا قرار دے کر اس

رپورٹ سے انصاف نہیں کیا۔

(۴) مخلوط انتخاب اور اس کے دلائل

مولانا مودودی اپنے رسالہ "مخلوط انتخاب کیوں اور کیوں نہیں" میں ایک عام قاعدہ درج فرماتے ہیں جو درحقیقت سب سے پہلے ان پر چسپاں ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں:-

"انسان کا قاعدہ ہے کہ وہ کسی مسلک کو خواہ کیسی ہی مکروہ اغراض کی بنیاد پر اپنائے اسکے حق میں دلائل کے انبار ضرور لگاتا ہے۔ تاکہ سننے والے یہ باور کرلیں کہ اس نے یہ مسلک کسی ذاتی غرض کے لئے نہیں بلکہ سراسر خلوص کی بناء پر نہایت معقول وجوہ سے اختیار کیا ہے۔ چنانچہ اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ مخلوط انتخاب کے حق میں روز نت نئے دلائل لائے جارہے ہیں جنہیں سنکر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ زمین و آسمان میں بس یہی ایک حق تھا جس پر بدقسمتی سے آج تک پردہ پڑا رہ گیا تھا"

مولانا کا یہ اندازِ بیان خود قابلِ داد ہے۔

(۵) "معیارِ قومیت" اور اہلِ قرآن

پرویز صاحب لکھتے ہیں:-

"بدقسمتی سے ہمارے ہاں کافر کا لفظ ایسے گھناؤنے معنوں میں استعمال ہوتا ہے کہ یہ ایک طرح کی گالی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن قرآن نے اسے ان معنوں میں استعمال نہیں کیا۔ اس نے اسے ان معنوں میں استعمال کیا ہے جن معنوں میں ہم آج NON - Member کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ دنیا کے وہ تمام انسان جو ان اقدار انسانیت کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں جو وحی کی رُو سے ملے ہیں (اور جو اب قرآن کے اندر محفوظ ہیں) ایک گروہ، ایک جماعت، ایک قوم، ایک پارٹی کے ممبر ہیں۔ اور جو لوگ ان اقدار پر یقین نہیں رکھتے وہ اس پارٹی کے ممبر نہیں ہیں۔ یعنی وہ NON - Member کافر ہیں"

(طلوعِ اسلام نومبر ۱۹۵۸ء صفحہ ۱)

اس اقتباس سے ایک تو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ لفظ کافر کے گھناؤنے معنوں کی تردید ہوتی ہے اسے محض Non - Member کے معنوں میں محصور کردیا گیا ہے دوسرا فائدہ اس سے یہ ہوتا ہے کہ مومن کی تعریف یہ قرار پاتی ہے کہ جو قرآن کی صداقتوں پر یقین رکھیں۔

حیرت ہے کہ اس تعریف کے باوجود اہل قرآن مودودی صاحب کے ساتھ مل کر احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے درپے ہیں۔

(۶) شیعہ صاحبان کے کفر و شرک اور قتل کے فتوے

شیعہ اخبار "صداقت" گوجرہ لکھتا ہے:-

"تحریک ختم نبوت میں بھی لوگ شیعہ سُنی اتحاد کے نعروں سے اپنا گلا پھاڑتے نظر آرہے تھے ہر جلسہ میں اعلان کیا جاتا تھا کہ شیعہ سُنی کا خدا ایک، رسول ایک، قرآن ایک، کعبہ ایک، مگر اب شیعوں پر کفر و شرک کے فتوے ہی عائد نہیں ہوتے بلکہ اُن کے قتل کو احادیث نبوی سے جائز قرار دیا جارہا ہے" (صداقت ۱۵ مئی ۱۹۵۸ء)

کر رہی ہیں کہ ہمارا اپنے پیغمبروں کو خدائی صفات سے

صاف ظاہر ہے کہ تحریک ختم نبوت دیانتداری پر مبنی نہ تھی ورنہ شیعہ آج بھی وہی ہیں جو تحریک ختم نبوت کے وقت میں تھے درحقیقت وہ "اتحاد" غلط بنیاد پر تھا۔ اس کا مقصد جماعت احمدیہ کو تباہ کرنا تھا جو اللہ تعالیٰ کے منشاء کے خلاف ہے۔

اب جو صورت پیدا کی جارہی ہے اس کا حل بھی یہی ہے کہ جملہ مسلمان کہلانے والے فرقوں کو ملکی اور تمدنی اغراض کی حد تک یکساں مسلمان قرار دیا جائے' جو اپنے آپکو مسلمان کہے اسے مسلمان سمجھا جائے۔ نیز علماء کو تشدد، جبر اور فتویٰ بازی سے روکا جائے۔

(۷) احمدیوں کا "انداز بیان سنجیدہ اور اسلوب خطاب مہذبانہ ہے"

جناب ایڈیٹر صاحب "صداقت" گوجرہ کے بیان کے مطابق تنظیم اہلسنت کے اشتہار "مسئلہ عزاداری کا واحد حل" مطبوعہ مقبول عام پریس لاہور میں لکھا ہے کہ:۔

"مرزائی عمل جراحت تو کرتا تھا لیکن بدکلامی و بدزبانی سے زخموں پر نمک نہیں چھڑکتا تھا۔ اس کا انداز بیان سنجیدہ اور اسلوب خطاب مہذبانہ ہوتا تھا لیکن شیعہ پریس اور پلیٹ فارم عموماً سواد اعظم کے قلب و جگر میں تیر و نشتر پیوست کرتا ہے۔"

اس اقتباس کو نقل کرنے کے بعد ایڈیٹر صاحب "صداقت" لکھتے ہیں کہ:۔

"یہ ہے ان بزرگوں کی دیانتداری جو کل مرزا غلام احمد کی حضرت مریم صدیقہ اور سیدہ فاطمۃ الزہراء کی شان میں بدزبانیوں کو بھرے جلسوں میں فحش قرار دیتے تھے۔ آج مرزائی کی سنجیدگی اور مہذبانہ اسلوب خطاب کی قصیدہ خوانی کر رہے ہیں انہیں دیانتداری سے کیا واسطہ انہیں تو سُنّی عوام کو پُر فریب پراپیگنڈا سے مشتعل کرکے شیعہ سے ٹکرانا مقصود ہے۔"

(صداقت ۲۰ر مئی ۵۵ء)

الفرقان۔ اگر ان "بزرگوں" میں دیانتداری ہوتی تو پھر کسی آسمانی مصلح کی کیا ضرورت تھی۔ جس دیانتداری کے فقدان کا مرثیہ شیعہ حضرات کر رہے ہیں افسوس کہ وہ خود بھی اس دیانتداری سے محروم ہیں۔ ورنہ کیا کوئی خدا ترس انسان حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے لٹریچر کو پڑھنے کے بعد یہ کہہ سکتا ہے کہ آپ نے حضرت مریم صدیقہ یا حضرت فاطمۃ الزہراء علیہما السلام کے خلاف کوئی نازیبا لفظ لکھا ہے۔ ہمارے مخالفین کے یہ الزامات محض ان میں دیانتداری کے فقدان کے کرشمے ہیں وبس۔

(۸) ختم نبوت کی ایک عجیب دلیل

شیعی مبلغ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے کہا کہ:۔

"نبوت رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلعم پر ختم ہوگئی۔ اب قیامت تک امامت کا دور ہے جو دین اسلام اور شریعت محمدیہ کی بقاء کی ذمہ وار ہے۔ اسی لئے تو حضور اکرم ؐ نے ارشاد فرمایا ہے من لم یعرف امام الزمانۃ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ۔ اگر کوئی نبی آنا ہوتا تو حضور ؐ امام کی بجائے نبی فرماتے۔ اسی لئے اصول دین میں نبوت کے بعد امامت کا عقیدہ ہے اور یہی ختم نبوت کی محکم دلیل ہے۔"[1]

(صداقت ۲۰ر مئی ۵۵ء)

ہمیں مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔

[1] نقل مطابق اصل۔

سید المرسلین بھی۔ ہمیں یہ بھی مسلم ہے کہ اب ہمیشہ کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دور ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد امام آئیں گے لیکن صرف اتنا اختلاف ہے کہ امام کیلئے ضروری ہے کہ وہ غیر نبی ہو۔ یہ بات کہ امامت کے دور کے ماننے سے نبوت کی نفی لازم آتی ہے ایک شیعہ کے منہ سے کس طرح سزاوار ہے۔ شیعہ صاحبان ایک تو حضرت عیسیٰ نبی اللہ کی آمد کے قائل ہیں۔ دوسرے وہ اپنے عقیدہ رجعت کے رُو سے امام مہدی کے وقت میں جملہ نبیوں کی آمد کے معتقد ہیں۔ ان مسلمات کے علاوہ یہ بھی حقیقت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا تھا انی جاعلك للناس اماماً۔ کہ اے ابراہیم! میں تجھے لوگوں کیلئے امام بنانے والا ہوں۔ اِس آیت کی تفسیر میں شیعہ تفاسیر میں بھی لکھا ہے کہ امامت سے مراد نبوت ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اسی امامت کے اپنی ذریت میں جاری رہنے کیلئے دعا فرمائی ومن ذریتی جس پر اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا لا ینال عھدی الظالمین۔ کہ میں تیری ذریت سے یہ عہد کرتا ہوں کہ ان میں امامتِ ابراہیمی کو جاری رکھوں گا لیکن ظالم اِس عہد کے مستحق نہ ہوں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ امامت ابراہیمی سے مراد نبوت ہے یا غیر نبوت۔ شیعہ اور سُنی سب کا اس پر اتفاق ہے کہ ابراہیمی امامت غیر نبوت نہیں بلکہ عین نبوت ہے البتہ بعض شیعہ صاحبان اعتقاد رکھتے ہیں کہ امامت کا مقام نبوت کے مقام سے بالا ہے۔ پہلے ابراہیمؑ نبی تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا انی جاعلك للناس اماماً۔ کہ میں اب تجھے امام بناؤں گا۔

امامت ابراہیمی جس کا اُمت سے وعدہ ہے وہ بہرحال نبوت کے منافی نہیں۔ اسلئے اُمت میں دورِ امامت کے جاری ہونے سے نبوت کی نفی لازم نہیں آتی۔ غیر نبی امام بے شک آتے رہیں۔ مگر یہ کہنا درست نہیں کہ اُمت میں اُمتی نبی کے امام ہو کر آنے کا دروازہ مسدود ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خاتم الاولیاء قرار دیا (تفسیر صافی) کیا شیعہ صاحبان یہ مان سکتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے بعد کوئی ولی نہیں ہوا یا آئندہ نہیں ہوگا۔

(۹) عیسائی گرجے اور کالے گورے کا سوال

مسیحی رسالہ المائدہ کے ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں:۔

"مسٹر وارث مرحوم نے بہت غصے میں بھر کر اور کڑک کر کہا کہ ہم اس گرجا میں جس میں ہمیں بُوٹ کی ٹھوکریں پڑتی ہیں ہرگز نہیں جائیں گے اب وہ ہولی ٹرنیٹی گرجا کا فنڈ لینے کے لئے ہم سے ملنا چاہتے ہیں دل سے نہیں۔ یہ بھی اب سے ۹۔۱۰ برس پہلے کی بات۔ مگر کیتھیڈرل میں انگریزی نہ جاننے والوں سے اب بھی ویسی ہی نفرت کی جاتی ہے۔ بے چارے کالے اتوار کو صبح کے وقت جُدا عبادت کر کے چلے جاتے ہیں۔ مگر گورے، نیم گورے اور نقلی گورے اپنی جُدا عبادت شام کے وقت کرتے ہیں۔"

(المائدہ ۱۵ مئی ۱۹۳۶ء)

کیا اِن حالات میں عیسائیوں کو یہ دعویٰ زیب دیتا ہے کہ عیسائیت عالمگیر مذہب ہے۔ ایک ہی عقیدہ کے عیسائیوں کو ایک گرجا میں مل کر عبادت کرنے کی توفیق نہیں ملتی۔ کیونکہ ان میں کالی اور گوری رنگت کا فرق ہے اِس زمانۂ مساوات میں اِس قسم کی ادنیٰ تفریق نہایت قابلِ مذمت ہے۔

ایک قابل توجہ بحث

اجتہاد اور تقلید

(جناب چودھری احمد الدین صاحب پلیڈر گجرات)

انسان اپنے جسمانی اور روحانی قویٰ کو مناسب اور صحیح طور پر استعمال میں لاکر کمال تک پہنچا سکتا ہے اور اگر ان کو معطل چھوڑ دے اور مناسب اور صحیح طور پر کام میں نہ لائے تو وہ بے عمل ہو جاتا ہے۔ اسلام انسان کو ترقی سے نہیں روکتا بلکہ اس کو ترقی کی ترغیب دیتا ہے اور صحیح راستہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ اسلام کے [illegible] کام کرنے والے انسان کی جد و جہد اور مساعی [illegible] نہیں جاتیں اور وہ ضرور کامیاب ہو جاتا ہے۔ [illegible] تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (۲۹/۶۹) کہ جو لوگ ہماری معرفت [illegible] اور دینی حقائق و معارف کے انکشاف کے لئے [illegible] کوشش کرتے ہیں ہم ان کو کامیابی کی راہیں دکھا دیتے ہیں۔ اگر سچے مجاہد کی ترقی اور کامرانی [illegible] اسلام کی تعلیم پر حرف آتا ہے۔ کوئی شخص [illegible] کے کہ وہ کامیاب ہو جائے گا اپنے آپ کو خلوت میں ڈالنے کی جرأت نہیں کر سکتا اور نہ جد و جہد کی طرف مائل ہو سکتا ہے۔ ہر مسلم چاہے وہ کتنا ہی متقی اور [illegible] ہو اھدنا الصراط المستقیم (ہم کو سیدھا راستہ انعام تک پہنچانے کے لئے دکھا) کی دائمی دعا کا پابند ہے۔ اس خداوندی دعا اور جد و جہد کے نتیجہ میں ہزاروں پرستاران حق روحانیات کے کمال تک پہنچے اور ان کی کرامات اور خوارق گواہی دیتے ہیں کہ ان کی جد و جہد کو خداوند عالم نے ضائع نہیں کیا تھا اور ان کے کارنامے اور روحانی نشان آنے والی نسلوں کے لئے نمونہ اور سبق ہیں۔

جو لوگ خدا کے ذکر اور تسبیح و تقدیس میں صبح اور شام مشغول رہتے ہیں اور تجارتی کاروبار ان کو خدا کے ذکر، اقامت صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ سے غافل نہیں کر سکتے۔ وہ روز قیامت سے ڈرتے رہتے ہیں۔ ان کے گھروں میں خدا کا نور جلوہ نما ہوتا ہے اور وہ نور بڑھتا رہتا ہے۔ کبھی کم نہیں ہوتا۔ اور خدا جس کو چاہتا ہے اس نور سے مستفیض کرتا ہے۔ (۲۴/۲۹)

اس نور کو مٹانے کی کفار اور بدکردار کوشش کرتے رہتے ہیں مگر خدا اس نور کو مٹنے نہیں دیتا اور اس کو کمال تک پہنچاتا ہے۔ (۶۱/۸)

مومنوں کو جو روشنی اس دنیا میں خدا کی طرف سے ملتی ہے وہ یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ آخرت میں بھی وہ روشنی ان سے جدا نہیں ہوگی۔ اور بڑھتی چلی جائیگی (۶۶/۸)

جتنے علوم دنیا میں ظہور پذیر ہوئے ہیں وہ سب الہام خداوندی اور عقل کی راہنمائی سے ہمت اور کوشش سے پایہ تکمیل تک پہنچے ہیں۔ اور یہ خیال کہ ایک خاص مفسر یا مجتہد نے اجتہاد اور غور و فکر سے اصول جسمانی اور روحانی اصلاح کے لئے وضع کئے ہیں وہ آخری اور قطعی ہیں۔ اور اب کسی مسلم کا حق نہیں کہ وہ قرآن پر تدبر کر کے عقل کی روشنی سے ان میں تبدل و تغیر کرے صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ خود خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ قرآن پر

غور اور تدبر کرو۔ یہ نہیں فرمایا کہ اِن اوصاف کے آدمی اس پر تدبر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور باقیوں کو اس پر غور کرکے کوئی نتیجہ اخذ کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ قرآن تمام نوعِ انسانی کی راہنمائی کے لئے آیا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے:۔

(۱) اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ (۶/۹) کہ یہ قرآن تو تمام دنیا کے لئے نصیحت ہے۔

(۲) اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (۵/۴) کیا یہ لوگ قرآن پر تدبر نہیں کرتے۔ اگر یہ خدا کی طرف سے نہ ہوتا تو اس میں اختلافِ کثیر ہوتا۔

(۳) كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۲۳/۲۸) یہ کتاب جو ہم نے تیری طرف نازل کی بابرکت ہے اور اس لئے نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور تدبر کریں اور عقلمند اس کی نصائح پر عمل پیرا ہوں۔

(۴) وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (۱۴/۱۱) اور ہم نے تیری طرف یہ ذکر (قرآن) اسلئے نازل کیا ہے تاکہ تو اس کے مطالب لوگوں کو کھول کر بتلادے تاکہ لوگ اس پر غور و تدبر کریں اور سوچیں۔

(۵) اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ (۷/۱۵) اے مخاطب! دیکھ ہم نے کس طرح مختلف پیرائیوں میں (قرآنی) آیات بار بار پیش کی ہیں تاکہ لوگ تفقہ اور سمجھ سے کام لیں۔

(۶) اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (۲/۱۲) ہم نے قرآن کو فصیح و بلیغ بنا کر پیش کیا ہے۔ تاکہ تم لوگ اس پر غور کرو۔

(۷) وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (۱۴/۲۷) ہم نے قرآن کو ازبر یاد کرنے اور سوچنے کے لئے آسان کر دیا ہے۔ کیا کوئی یاد کرنے والا اور سوچنے والا ہے؟

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ دینی معاملات میں تفقہ اور تفکر سے کام لینا لازمی ہے اور اسی میں بہتری ہے۔

فقد ثبت فی الصحیح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین ولازم ذلک ان من لم یفقہہ فی الدین لم یرد بہ خیرا فیکون التفقہ فی الدین فرضاً (فتاوٰی ابن تیمیہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کی بہتری کا ارادہ کرتا ہے اس کو دینی معاملات میں سمجھ دیدیتا ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ جس کو دینی معاملات میں تفقہ اور سمجھ نہیں دیتا اس کی بھلائی کا ارادہ نہیں کرتا۔ پس تفقہ فی الدین فرض ہے۔

ائمہ اربعہ یعنی امام ابوحنیفہؒ و امام شافعیؒ و امام مالکؒ و امام احمد بن حنبلؒ بلحاظ علم و فضل و تقویٰ و طہارت کے بے شک قابلِ عزت و تکریم ہیں لیکن ہر ایک معاملہ میں ان کو سہو و خطا سے مبرا نہیں تصور کیا جا سکتا۔ اور نہ ہر ایک مسئلہ میں ان کی رائے قابلِ تقلید و اتباع ہے۔ وہ خود بھی اندھی تقلید سے لوگوں کو

لیے کامل ترین نمونہ ہے۔
نیز اپنے رسول کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔
(آل عمران آیت ۳۱)
یعنی اے ہمارے رسول! اپنے تمام ہم جنس انسانوں سے کہدے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے تو تم میری پیروی اور میری اتباع کرو۔ اس طرح تم بھی میری ہی طرح اس کے محبوب بندے بن جاؤ گے۔
اور پھر اس افضل الرسل (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عبودیت کا کامل ترین نمونہ پیش کر دکھانے کے باوجود یہ نہیں کہا کہ میں خدا ہوں یا اس کی خدائی میں شریک ہوں۔ کہا تو یہی کہا:۔
هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔
(بنی اسرائیل آیت ۹۴)
یعنی یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ لیکن رسول ہونے کے باوجود ہوں انسان ہی۔ حاشا وکلا میں خدا کی خدائی میں شریک نہیں ہوں۔
اسی طرح کتب سیر میں آتا ہے کہ ایک دفعہ کچھ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُس وقت نجران کے بعض عیسائی بھی آپ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہودیوں نے عیسائیوں اور مسلمانوں دونوں پر اعتراض کرنے کی غرض سے آپ سے پوچھا کیا آپ ہم سے یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی بھی عبادت کرنے لگیں جس طرح عیسائی عیسیٰ کی عبادت کرتے ہیں؟ اس پر ایک نصرانی نے بھی آپ سے اس امر کی وضاحت چاہی۔ آپ نے دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ میں اس بات سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں اللہ کے سوا کسی اور کی طرف لوگوں کو بلاؤں۔ یا یہ کہ میں لوگوں کو غیر اللہ کی عبادت کا حکم دوں۔ میں ہرگز شرک کی تعلیم دینے کے لیے نہیں بھیجا گیا۔ اس واقعہ پر تائیداً آپ پر ذیل کی آیات نازل ہوئیں۔ جن میں مسلمانوں کو خبردار کیا گیا کہ عیسائیوں کی طرح وہ اس غلطی میں مبتلا نہ ہوں:۔
مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّىْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝
(آل عمران۔ آیات ۸۰۔۸۱)
یعنی یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی انسان کو کتاب، اختیار اور نبوت عطا کرے اور پھر وہ لوگوں سے یہ کہے کہ تم اللہ کے نہیں بلکہ میرے بندے بن جاؤ۔ وہ تو بلکہ یہ کہے گا کہ بسبب اس کے کہ تم کتاب پڑھتے اور دوسروں کو پڑھاتے ہو خالصۃً اللہ کے ہو جاؤ۔ اور نہ ہی اُس بشر کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ تمہیں یہ حکم دے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو خدا کا درجہ دو۔ کیا بعد اس کے کہ تم نے خدا کی فرمانبرداری اختیار کرلی ہے وہ تمہیں

کفر کا حکم دے سکتا ہے؟ (نہیں ہرگز نہیں)

مذکورہ بالا آیات کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بتکرار اس امر کو پیش کیا ہے کہ تمام رسول اور نبی مقام رسالت پر فائز ہونے کے باوجود انسان تھے۔ اس دنیا میں انہوں نے دوسرے انسانوں کی طرح ہی زندگی بسر کی۔ وہ اسی طرح کھاتے پیتے تھے جس طرح دوسرے انسان ان چیزوں کے محتاج ہیں۔ وہ اسی طرح بازاروں میں چلتے پھرتے اور کام کرتے تھے جس طرح دوسرے انسان اپنے اپنے امور کی سرانجام دہی میں مصروف ہوتے ہیں انہوں نے بھی شادیاں کیں اور ان کے ہاں اولاد بھی ہوئی الغرض تمام حوائج بشری اسی طرح ان کے ساتھ تھے۔ جس طرح دوسرے انسانوں کو لاحق ہیں۔

صداقتِ اسلام کی زبردست دلیل

قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں جب ہم مسٹر راتھ بون گریگ اور مسٹر ایڈون لوئس کی کتابوں کے اُن اقتباسات کا مطالعہ کرتے ہیں جنہیں ہم اوپر نقل کر آئے ہیں تو یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ دو ہزار سال تک شرک کے اندھیروں میں بھٹکتے رہنے کے بعد احرارِ یورپ کا مزاج اس طرف مائل ہو رہا ہے کہ وہ مسیح علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا ماننے کی بجائے انہیں اسی طرح خدا کا ایک رسول مانیں جس طرح قرآنی تعلیم کی روشنی میں مسلمان پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل الرسل ماننے کے باوجود انہیں ایک انسان رسول مانتے ہیں۔ یہ امر صداقتِ اسلام کی ایک زبردست دلیل ہے کہ جس حقیقی توحید کا درس اس نے آج سے چودہ سو سال پہلے دنیا کو دیا تھا اپنے پیغمبروں کو الوہیت کا درجہ دینے والی مشرک اقوام بھی آہستہ آہستہ اس کی طرف کھنچی چلی آ رہی ہیں اور تسلیم کر رہی ہیں کہ ہمارا اپنے پیغمبروں کو خدائی صفات سے متصف گردانا ایک ظلم عظیم تھا جس کا عمل کے میدان میں ہمیں بہت بڑا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ ایک ایسے زمانے میں جبکہ احرارِ یورپ تثلیث کے عقیدے سے بیزار ہو کر توحید باری سے متعلق بنیادی طور پر اسلامی عقیدے کے قائل ہوتے جا رہے ہیں "مسلم ورلڈ" کا الوہیتِ مسیح کے حق میں انوکھے قسم کے استدلال پیش کر کے دوسروں کو تثلیث کی طرف دعوت دینا اس امر کا ثبوت فراہم کرتا ہے کہ مغربی دنیا میں عام روحانی بیداری کے واضح آثار کے باوجود وہاں کلیسیائی نظام پر ابھی تک قرونِ وسطیٰ کی ظلمت چھائی ہوئی ہے۔ کلیسیائی نظام اس ظلمت میں پڑے رہنے پر خواہ کتنا ہی مُصر کیوں نہ ہو احرارِ یورپ میں روحانی بیداری کے جن آثار کی ہم نے اوپر نشاندہی کی ہے وہ آثار دن بدن نمایاں ہوتے جائیں گے اور بالآخر وہ وقت آ جائے گا کہ جب اہل کتاب یعنی نصاریٰ اور یہود قرآن مجید کی دعوت پر کان دھرتے ہوئے اس کی صداقت پر دل سے ایمان لے آئیں گے۔

قرآن مجید کی وہ دعوت یہ ہے:۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ ۚ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

(المائدہ آیت ۱۶-۱۷)

یعنی اے اہل کتاب! تمہارے پاس

منع فرماتے رہے ہیں، لکھا ہے:۔

ان الائمۃ الاربعۃ رضی اللہ عنہم قد نھوا الناس عن تقلیدھم فی کل مایقولون وذلک ھو الواجب علیھم فقال ابو حنیفہ ھذا رأیی فمن جاء برأیٍ خیر منہ قبلناہ (فتاوی ابن تیمیہ جلد۲ ص۲۴۴)

کہ ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم لوگوں کو اپنی ہر ایک بات کے ماننے سے منع کرتے تھے اور یہ ان پر واجب تھا۔ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ یہ میری رائے ہے اور جو شخص اس سے بہتر رائے پیش کرے میں اس کو قبول کروں گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ قرآن کی اتباع کریں اور قرآن لوگوں کو پڑھ کر سنائیں اور مومنوں کو بھی یہی ارشاد ہے کہ وہ قرآن کی پیروی کریں۔ اور قرآنی احکام وارشاد کی موجودگی میں دیگر اشخاص کی باتوں پر نہ جائیں اور نہ ان کی پیروی کریں۔

(۱) وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ (۲۷/۹۲) اے پیغمبر! کہہ دے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سرِ تسلیم خم کردوں اور لوگوں کو قرآن پڑھ کر سناؤں۔

(۲) اِتَّبِعْ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (۶/۱۰۵) اے پیغمبر! جو وحی تیری طرف نازل کی گئی ہے اس کی پیروی کر۔

(۳) اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاءَ (۷/۲) مسلمانو! جو وحی خدا تعالیٰ نے تمہاری طرف نازل کی ہے اسی کی پیروی کرو اور اس کے بغیر دیگر لوگوں کی پیروی مت کرو۔

(۴) تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ (۴۵/۶) اے پیغمبر! یہ خدا کی پُر از حق وصداقت آیات ہیں جو ہم تجھ پر پڑھتے ہیں۔ خدا اور اس کی آیات کے بعد یہ لوگ کس بات پر ایمان لاتے ہیں؟

جن ائمہ کرام کی تقلید اور پیروی کو لازمی قرار دیکر اس زمانہ کے اہلِ اسلام قرآن پر تدبر نہیں کرتے اور نہ سُنّت کی پرواہ کرتے ہیں ان کے زمانہ کے مسلمانوں نے ان کو سخت ستایا اور ان پر اس قدر مظالم توڑے کہ ان کو پڑھ کر حیرت آتی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ جن کی پیروی اب دنیا کے مسلمانوں کا کثیر حصہ کر رہا ہے علماءِ وقت نے یہ الزام لگایا کہ وہ اپنے قیاس اور استدلال کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں۔ خلیفہ ابو جعفر منصور کو ان کے خلاف بھڑکایا۔ ان کو سرِ اجلاس کوڑوں کی وحشیانہ سزا دلائی، قید کرایا اور پھر زہر دیکر مروا دیا۔

امام شافعیؒ کو بے دین اور رافضی قرار دیا۔ ان کو یمن سے بے عزتی کے ساتھ قید کرا کر بغداد پہنچایا۔

امام مالکؒ جو صحاح ستہ میں سے مؤطا کے مصنف اور مدینہ منورہ میں قاضی تھے پچیس سال تک قید رہے اور جمعہ اور جماعت میں شریک نہ ہوسکے۔ اس بے دردی سے ان کی مشکیں باندھی گئیں کہ ان کا ہاتھ بازو سے اکھڑ گیا اور ان کو ستر کوڑے مارے گئے۔

امام احمد بن حنبلؒ کو ۲۸ ماہ تک قید رکھا گیا۔ بھاری زنجیریں ان کے پاؤں میں ڈالی گئیں۔ ہر شام کو

ان کو جیل سے باہر نکال کر کوڑے لگائے جاتے تھے۔

(الیواقیت والجواہر جلد ۲ ص ۳)

پھر یہ ایک حیرت ناک بات ہے کہ ائمہ کرام کا آپس میں بڑے بڑے اہم مسائل میں اختلافِ عظیم ہے۔ مثلاً امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور زید بن ثابت (کاتب وحی و جامع قرآن) کا خیال ہے کہ ذوی الارحام زمرۂ ورثاء متوفی میں شامل نہیں ہیں۔ اگر اور کوئی وارث ذوی الفروض و عصبات میں سے نہ ہو تو یہ ترکہ کے وارث نہیں ہو سکتے۔ اور ترکہ بیت المال میں جانا چاہیئے۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے۔ کہ اگر ذوی الفروض او عصبات میں سے کوئی نہ ہو۔ تو ذوی الارحام مثلاً نواسہ بھانجی اور ہمشیرہ زادہ وارث ہو جاتا ہے۔ اور یہ رائے معقول اور انصاف پر مبنی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ زیادہ تر اسی پر عمل ہو رہا ہے۔ وراثت کا یہ ایک مسلّمہ اصول ہے۔ کہ متوفی کا ترکہ علی قدر مراتب وہ لوگ لینے کے مستحق ہوتے ہیں۔ جن سے متوفی کو فوائد پہنچے ہوں یا پہنچنے کی توقع ہو۔ سب سے زیادہ فائدہ کی امید رشتہ داروں سے ہو سکتی ہے۔ جس طرح یہ ضروری نہیں کہ ہر امر میں ائمہ مجتہدین کے اجتہاد کو صحیح مان کر ان کی پیروی کی جائے۔ جبکہ ان کے خلاف دلائل بینہ مبنی بر قرآن و سنت مل جائیں۔ اسی طرح یہ بھی مستحسن نہیں ہے۔ کہ سلف صالحین کی کاوشوں اور تحقیقات کو بلا وجہ موجہ نظر انداز کر دیا جائے۔ اور کسی بڑے فاضل کی رائے کو جو آن کے برخلاف ہو صحیح مان کر اس کو دستور العمل بنایا جائے۔

بس اجتہاد کا دروازہ اسلام میں کھلا ہے۔ ایک سچے مسلمان کا فرض ہے کہ کتاب الٰہی پر ہمیشہ تدبر کرے اور اس کی آیات پر غور کرتا رہے۔ اور ہر مسئلہ کے لئے سب سے پہلے قرآن مجید سے سند تلاش کرے۔ بصورت دیگر سنتِ نبویہؐ سے کوئی نظیر تلاش کرے احادیث سے تلاش کرے اور پھر فقہاء کے اجتہادات سے فائدہ حاصل کرے ورنہ پھر تفقہ اور اجتہاد سے کام لے کر علمائے ربانی پیش آمدہ مسئلہ میں غور کر کے جواب پیش کریں۔ یہی سیدھا اور صحیح راستہ ہے +

خدمتِ اسلام کا عقلمندانہ طریق

جناب مولوی عبدالماجد صاحب بی اے ایڈیٹر "صدق جدید" لکھنؤ "ایک ناعاقبت اندیش قوم" کے زیر عنوان لکھتے ہیں:-

"ماہنامہ برہان دہلی کا ایک اداریتی شذرہ:-

"ایک اطلاع ہے کہ "مسیح" نامی کتاب کے مصنفین نے مرزا بشیرالدین محمود صاحب کو ان کے توجہ دلانے پر ایک خط لکھا ہے جس میں کھلے دل کے ساتھ ان عبارتوں اور فقروں پر اظہار افسوس کیا ہے جن سے مسلمانوں کو دکھ پہنچا ہے۔ اگر یہ خبر صحیح ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ غلط ہو تو اب جب کہ کتاب مذکور کے مقدر مولیں بھی اعلانِ برأۃ کر چکے اور مصنفین نے اب معافی مانگ لی، کوئی بتائے کہ اس سلسلہ میں جو ہنگامے ہوئے اور ان کی وجہ سے مسلمانوں کو جانی اور مالی دونوں قسم کا نقصان پہنچا تو ان سب کا وبال کس پر ہوگا؟ محبت رسولؐ میں دیوانگی اور جوش مبارک صد مبارک لیکن اسلام نام ڈسپلن کا ہے اور ڈسپلن اسی وقت پایا جا سکتا ہے جبکہ شدید سے شدید اشتعال کی حالت میں بھی دماغی توازن اور ہوش و خرد کو مغلوب نہ ہونے دیا جائے۔ اگر مسلمان اس نکتہ کو پہچان لیں تو ان کی بہت سی مشکلات رفع ہو سکتی ہیں"۔

لیکن ساری مشکل اسی کی تو ہے! امت کو جو سبق خود کتاب مبین نے خبروں کی تحقیق کا "تبیّن" کا اور اہل علم سے مراجعت کا دیا تھا وہ اسے یاد ہی کب رہا ہے اور جو کوئی اس کو یاد دلائے الٹا اسی کو ہدفِ طعن و ملامت بننا پڑتا ہے! جوش بیجا سے کیسے کیسے شدید و ناقابلِ تلافی نقصانات ایک [illegible] (صدق جدید [illegible])

اسینی فرقہ کے قدیم لٹریچر میں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی نامعلوم زندگی کے حالات

"اخوتِ اسین" کی مختصر تاریخ

(از جناب شیخ عبد القادر صاحب لائل پوری)

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے زمانہ میں یہودی مختلف فرقوں میں منقسم تھے۔ مشہور فرقے فریسی، صدوقی اور اسینی تھے۔ اس مقالہ میں فرقۂ اسینی (Essenes) کے کچھ حالات بیان کرنا مقصود ہے۔ اس فرقہ کا جو لٹریچر منصۂ شہود پر آیا ہے اس میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام بعثت سے قبل اسی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ بچپن ہی سے اس تحریکِ اخوت کی نگرانی میں دیدیئے گئے اور آپ کی ظاہری و باطنی تعلیم و تربیت میں اسینی علمائے فطرت اور برادرانِ طریقت نے پورا پورا حصہ لیا۔ تا آنکہ آپ وحی الٰہی سے مخصوص ہوئے اور آپ کا سینہ انوارِ نبوت کا مہبط بن کر نورٌ علیٰ نور ہو گیا۔ اس فرقہ کے لٹریچر میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ کو جبکہ وہ تیرہ برس کے تھے فلسفۂ مذاہب اور صحفِ سماوی کی تعلیم کے لئے مشرقی ممالک میں بھیجا گیا خصوصاً تبت اور ہندوستان میں۔ انہوں نے یہاں کے مذاہب کا مطالعہ کیا۔ بدھ مذہب اور ہندو مذہب کے صحیفوں تک دسترس حاصل کی۔ ان مذاہب کے باطل عقائد کی آپ نے پُر زور تردید کی۔ کوئی پندرہ سال کے بعد ایران ہوتے ہوئے آپ اپنے وطن کو مراجعت فرما ہوئے۔ حادثۂ صلیب میں اسینی برادرانِ طریقت نے خفیہ اور باریک تدبیروں سے آپ کی مدد کی۔ انکی عجیب و غریب کوششوں سے آپ صلیب سے زندہ اُتار لئے گئے۔ اس فرقہ کے ایک بہترین حکیم نقادیمس کے زیرِ علاج آپ کو رکھا گیا۔ شفایاب ہو کر آپ ارضِ فلسطین سے ہجرت کر گئے۔ آپ کی وفات کے متعلق اس فرقہ کے قدیم لٹریچر میں اختلاف ہے۔ بعض جگہ لکھا ہے کہ واقعۂ صلیب کے بعد جب آپ بحیرۂ مُردار کے علاقہ میں اسینی جماعت کے ہاں پہنچے تو چونکہ آپ نہایت درجہ کمزور ہو چکے تھے اسلئے وہیں وفات پائی اور بعض جگہ لکھا ہے کہ حادثۂ صلیب کے عرصۂ دراز بعد یہودیہ میں واقعہ کوہ کرمل پر برادرانِ اسین کی موجودگی میں آپ نے وفات پائی، یہیں آپ کو دفن کیا گیا۔ بعد میں آپ کی قبر کو کسی خفیہ مقام پر منتقل کر دیا گیا۔ اور بعض جگہ لکھا ہے کہ ہندوستان جانے والے ایک قافلہ کے ساتھ آپ ہندوستان کے لئے روانہ ہو گئے۔[1]

---

[1] جارج مُور نے واقعاتِ صلیب، صلیبی موت سے نجات اور حضرت مسیح ناصریؑ کی فلسطین سے ہجرت کے حالات وکوائف کو ایک کہانی کی شکل میں اپنے ناول "بروک کیرتھ" میں پیش کیا ہے۔ یہ ناول اسینی لٹریچر میں حضرت مسیح ناصریؑ کے حالاتِ زندگی سے متاثر ہو کر لکھا گیا ہے۔ مصنف کا دعویٰ ہے کہ ناول کا مرکزی خیال ایک قدیم سریانی کہانی پر مبنی ہے۔ باقی تفصیلات کو زیبِ داستان سمجھئے۔ اس کتاب میں حضرت مسیح ناصریؑ کی ہندوستان کی طرف ہجرت کا ذکر موجود ہے۔

اِس فرقہ کے لٹریچر میں یہ بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے ہمعصر اور رشتہ دار حضرت یحییٰ نبی بھی اسی فرقہ میں داخل رہے ہیں اور حضرت مسیح ناصری کے حواری یوحنا اور توما وغیرہ بھی اسی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے اور آپ پر ایمان لائے۔ سب سے پہلے چونکہ اسینی فرقہ کے لوگوں کو (جن کا دوسرا نام "سفید برادرانِ طریقت" بھی تھا) حضرت مسیح ناصری نے پیامِ نبوت پہنچایا۔ اس لئے اوّل المومنین وہی لوگ تھے۔ وہ آپ کے انصار میں شامل ہوگئے۔ سفید اور براق لباس چونکہ ان کا نشان خاص تھا اسلئے وہ "حواری" کہلائے۔ ابتدائی عیسائیت پر "تحریک اخوت اسینی کے اثرات" چونکہ ایک مستقل موضوع بن چکا ہے اور عیسائی محققین اور دوسرے علماء نے اس مضمون کو بھی تشنۂ تکمیل نہیں چھوڑا اسلئے ضروری ہے کہ اس قدیم تحریک سے واقفیت حاصل کی جائے اور پھر اس لحاظ سے بھی یہ ایک دلچسپ موضوع ہے کہ واقعۂ صلیب سے پہلے حضرت مسیح ناصری کی تیس سالہ برس تک کی زندگی میں سے چند سال کی زندگی پر انجیل روشنی ڈالتی ہے۔ انجیل میں آپکی پیدائش کے ذکر کے بعد بچے کو ساتھ لیکر والدین کی مصر کی طرف ہجرت کا ذکر ہے۔ اس کے بعد بارہ برس کی عمر میں یروشلم آئے اور ہیکل میں یہودی علماء سے بحث و مباحثہ کا بیان ملتا ہے۔ بعد کے کوائف و احوال سے اناجیل خاموش ہیں۔ پھر یکایک یہ ذکر ہوتا ہے۔ کہ آپ کی عمر اکتیس برس کی تھی۔ جب آپ شرفِ نبوت سے سرفراز ہوئے۔ (لوقا ۳/۲۳) درمیانی عرصہ جو کہ ۱۲ سال کی عمر سے لیکر ۳۰ سال تک ممتد ہے۔ بالکل پردۂ خفا میں ہے۔ یہ اتنا لمبا عرصہ اس قدر خاموشی اور گمنامی میں کس طرح گزرا؟ اس کے سمجھنے کے لئے اس زمانے کی اس عظیم الشان تحریک کا مطالعہ اب ایک لازمی امر ہوچکا ہے۔

قدیم عیسائی لٹریچر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ واقعہ صلیب کے بعد نصاریٰ کے درمیان کئی سال تک یہ عجیب و غریب خبر پھیلی رہی کہ حضرت عیسیٰ زمین پر کسی دور دراز جگہ میں ہیں۔ اور وہ عنقریب دوبارہ ظاہر ہونگے۔[1]

واقعہ صلیب کے بعد حضرت مسیح ناصری کی زندگی کے کوائف و حالات کیا تھے؟ اس دورِ حیات کے مطالعہ کے لئے اسینی لٹریچر ایک ایسی ضروری کڑی ہے جسکو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

اسینی تحریک اخوت پر بنیادی لٹریچر پہلی صدی عیسوی سے شروع ہوتا ہے۔

۱۔ مشہور و معروف یہودی مورخ جوزیفس نے اس فرقہ میں سالہا سال داخل رہ کر نہایت دیانتداری سے اسکے حالات کو اپنی کتب "وُدبیلوجیدیقو" کے باب ۸/۱۳-۲ اور "ہسٹوریا" کتاب ۳ فصل ۵ میں لکھا ہے۔

۲۔ سکندریہ کے مشہور فلاسفر فیلو (Philo) المتوفی سنہ ۴۰ء نے بھی اس فرقہ کے کوائف و حالات پر خاطر خواہ روشنی ڈالی ہے۔

۳۔ پلینی (Pliny) المتوفی سنہ ۷۹ء نے بھی بہت سی باتیں اس تحریک اخوت کے متعلق تحریر کی ہیں۔ ملاحظہ ہو اس کی کتاب

Historia Naturalis

۴۔ اسی طرح سنہ ۲۳۰ء کے ایک نامعلوم مصنف کی کتاب Philosophumena جو کہ یونانی میں کے نام سے لکھی ہوئی موجود ہے۔ اس میں بھی اس فرقہ کے حالات سے روشناس کیا گیا ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو مسٹر سٹیفن گراہم کا سفرنامہ with the Russion Pilgrims to Jerusalem شائع کردہ تھامس نیلسن اینڈ سنز لندن صفحہ ۱۱۱۔

۵ - انیسویں صدی میں سکندریہ میں الیسینی فرقہ کے ایک قدیمی مرکز سے ایک طومار دستیاب ہوا ہے۔ جو کہ جرمنی کی ایک علمی جماعت کے قبضہ میں ہے اس کا انگریزی ترجمہ The Crucifixion by an eye witness یعنی "واقعہ صلیب کے چشم دید حالات" کے نام سے امریکن بک کمپنی شکاگو نے ۱۹۰۷ء میں شائع کیا اس کتاب میں فرقہ الیسینی کے حالات اور حضرت مسیح ناصری کو پیش آنے والے واقعات، صلیب اور صلیب سے نجات اور یروشلم سے ہجرت کے مفصل کوائف درج ہیں اور آخر میں یہ ذکر ہے کہ جب آپ بحیرہ مردار کے علاقہ میں پہنچے تو وہاں آپ نے وفات پائی۔

۶ - ابتداء میں یہ فرقہ یہودیوں تک محدود تھا بعد ازاں اس فرقہ کے خیالات سے دوسرے لوگ بھی متاثر ہوئے۔

موجودہ زمانہ میں الیسین فرقہ کی جانشینی کا دعویٰ "روز وکروشین آرڈر" سے منسلک جماعت کو ہے۔ اس تحریک کے مراکز مشرق و مغرب میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ قدیم الیسینی لٹریچر ابھی تک ان کے مراکز (واقعہ فلسطین، مصر، تبت و ہندوستان) میں محفوظ ہے۔ اس قدیم لٹریچر کے بالاستیعاب مطالعہ کے بعد ایچ. سپنسر لیوس[1] (H. Spencer Lewis, F.R.C., PH.D.) نے کئی ایک کتابیں شائع کی ہیں جو کہ روز وکروشین لائبریری کیلی فورنیا (امریکہ) کی طرف سے اشاعت پذیر ہوئی ہیں۔ ان کتابوں میں سے ایک اہم کتاب

The Mystical Life of Jesus

ہے۔ اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح ناصری الیسینی تحریک سے تعلق رکھتے تھے بچپن میں آپ کو تکمیل تعلیم کے لئے ہندوستان بھیجا گیا۔ وہاں سے واپسی پر واقعہ صلیب پیش آیا۔ صلیب پر آپ نے وفات نہیں پائی۔ الیسینی فرقہ کی کوششوں سے آپ زندہ اتار لئے گئے۔ برچھی مارنے پر آپ کے جسم سے خون اور پانی کا بہ نکلنا ایک زندہ شہادت ہے۔ واقعہ صلیب کے عرصہ دراز بعد آپ نے یہودیہ کے علاقہ میں کوہ کرمل پر وفات پائی۔

ان کی دوسری کتابیں روز وکروشین آرڈر کے سلسلہ میں مختلف موضوعات پر ملتی ہیں۔

۷ - اس کے علاوہ فرقہ الیسین کے حالات پر مغرب میں کئی ایک کتابیں لکھی گئیں۔ چونکہ بنیادی ذرائع کا ذکر کر دیا گیا ہے اس لٹریچر کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ انسائیکلوپیڈیا ریلیجن اینڈ ایتھکس میں اس فرقہ کے حالات پر جیمس مفٹ کا ایک مبسوط اور قابل دید مقالہ درج ہے جو نہایت مفید معلومات پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ امریکی اور برطانوی انسائیکلوپیڈیا میں عمدہ مقالات درج ہیں۔

یہاں یہ بتا دینا بھی مناسب ہے کہ بعض عیسائی

---

[1] یہ مصنف شمالی و جنوبی امریکہ کے روزہ کروشین آرڈر کا قائد ہے۔ اور ہندوستان کے الیسین آشرم کا ممبر، اور تبت میں "سفید برادران" کی خانقاہ کے لئے امریکہ کا نمائندہ ہے۔ یہ سب جماعتیں موجود الوقت الیسینی فرقہ کی شاخیں ہیں +

محققینؒ نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ جوزیفس نامی یہودی مؤرخ نے اپنی تاریخ میں اخوتِ ایسین کا جو ذکر کیا ہے وہ درا صل ابتدائی عیسائیوں کے حالات ہیں۔ چونکہ ایسینی برادرانِ طریقت نے بہت جلد حضرت مسیح ناصریؑ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آپ کے دین کو قبول کر لیا اور عیسائیت میں جذب ہوگئے۔ اس لئے اس فرقہ کے حالات درا صل ابتدائی عیسائیوں کے حالات ہیں جو کہ جوزیفس نے اپنی تاریخ میں بیان کئے ہیں۔ اعمال الرسل میں بیان کردہ ابتدائی عیسائیوں کے تشانات یعنی بپتسمہ، عہدِ اخوت و رفاقت، ذاتی جائیداد کی بجائے اشتراکِ باہمی، ضروریاتِ خورد و نوش کی برابر تقسیم، سادہ زندگی اور مشترک طعام (۲/۴۷-۴۱) کم و بیش وہی ہیں جو کہ فرقۂ ایسین کی خصوصیات ہیں۔ اس مماثلت کی بنا پر دعویٰ یہ کیا جاتا ہے کہ یا تو یہ صورت ہے کہ ایسینی تحریکِ اخوت کی خصوصیات عیسائیت نے اپنالی ہیں یا پھر ان لوگوں نے عیسائیت میں داخل ہو کر عیسائی خصوصیات کے اثر کو قبول کیا ہے۔ اور یہ بھی صورت بیان کی جاتی ہے کہ ایسینی تحریک ابتدائی عیسائیوں نے خود حفاظتی کے لئے ایک خفیہ تحریک کے رنگ میں چلائی تھی۔ ان صورتوں میں سے کونسی صحیح ہے اور کونسی غلط اس سے قطع نظر یہ امر بالکل واضح ہے کہ ایسینی تحریک اور عیسائیت کا گہرا اور دور رس تعلق ہے جسے تاریخِ مذاہبِ عالم کا ایک طالب علم نظر انداز نہیں کر سکتا۔

(باقی دارد)

جامع مسجد لورالائی کا امام بڑی بے دردی سے قتل کر دیا گیا

رسول اللہ صلعم کی غیب دانی کے متعلق تلخ بحث کا انجام

کوئٹہ ۱۱ مئی۔ لورالائی سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ایک شخص نے جامع مسجد کے نوجوان امام کو قتل کر دیا۔ واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ مقتول اور ملزم کے درمیان کئی روز سے یہ بحث جاری تھی کہ آنحضرت صلعم غیب دان نہیں تھے۔ امام مسجد کا کہنا تھا کہ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اس کے برعکس ملزم کا خیال یہ تھا کہ آنحضرت صلعم بھی غیب سے واقف تھے۔

اس بحث نے بالآخر تلخ صورت اختیار کر لی اور ایک رات ملزم چھری لیکر مسجد میں آیا جہاں امام رہا کرتا تھا اور دوبارہ یہ سوال دہرایا کہ اب کیا خیال ہے "رسول اللہ بھی غیب دان تھے کہ نہیں؟" امام مسجد اپنے عقیدے پر ڈٹا رہا جس پر ملزم نے اس پر چاقو سے پے در پے وار کر کے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا اور بعد میں خون آلود چھری لیکر بازار میں آیا اور لوگوں کو بتایا کہ "میں نے آج ایک سکھ کا کام تمام کر دیا ہے"۔

متوفی کے بدن پر زخموں کے انیس ۱۹ نشان تھے۔ ملزم گرفتار کر لیا گیا ہے۔ (نوائے وقت بحوالہ نوائے پاکستان ۲۰ مئی ۵۰ء)

ایڈیٹر نوائے پاکستان اسی اخبار میں اپنے ایڈیٹوریل نوٹ میں لکھتے ہیں:۔

"ان میں سب سے افسوسناک مسلمانوں کے باہمی جدال و قتال کے واقعات ہیں۔! ابھی چند دنوں کی بات ہے ریاست بہاولپور میں چار بے گناہ انسانوں کو اس پاداش میں شہید کر دیا گیا کہ وہ بریلوی حضرات کے عقائد و نظریات سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔! ان کے خونِ ناحق سے قاتلوں کے ہاتھ ابھی رنگین ہی تھے کہ لورالائی سے ایک نوجوان امام مسجد کی زندگی کے خاتمے کی خبر موصول ہوئی ہے"۔

تبلیغ عیسائیت کے مقابلہ میں "تحفظ ختم نبوت" کی تیاریاں!

لاہور کا اخبار نوائے پاکستان لاہور لکھتا ہے:۔

"مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد علی جالندھری نے مجلس تحفظ ختم نبوت کانفرنس بہاول نگر کے پہلے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اسلام میں موجودہ مخلوط یا جداگانہ انتخاب کا ذکر نہیں ہے .... مولانا نے کہا کہ ہمارا مشن چونکہ تبلیغ دین ہے اسلئے ہم جداگانہ انتخاب کے حامی نہیں .... مولانا نے عیسائیت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان بننے کے بعد یہاں عیسائی مشنری لوگوں کو مرتد اور عیسائی بنانے میں اپنی پوری طاقت صرف کر رہا ہے۔ مثال کے طور پر لاہور میں کافی آدمیوں کو عیسائی بنایا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب امریکہ اور برطانیہ اپنے گروپ کے ملکوں کو ہر قسم کی مدد دے رہے ہیں تو کیا ہمیں یہ اجازت نہیں ہے کہ ہم عیسائیت کے مقابلہ میں مشنری قائم کریں اور لوگوں کو عیسائی ہونے سے بچائیں۔" (نوائے پاکستان ۳۰ مئی ۱۹۵۷ء)

جداگانہ انتخاب کے خلاف احرار کا پلٹا کھانا محض اس لئے ہے کہ مسلم لیگ کی منبری رو پہلی مصلحتوں کو وہ جانیں اور ان کے سیاسی حریف جانیں۔ ہمارا اس سے کوئی سروکار نہیں۔ البتہ اب یہ ایک احرار پر منکشف ہوگیا ہے کہ اسلام میں جداگانہ انتخاب کا کوئی ذکر نہیں اور اسی بنا پر وہ جداگانہ انتخاب کے حامی نہیں۔

مندرجہ بالا اقتباس میں عیسائیت کی جس تبلیغی جدوجہد کا ذکر ہے وہ غالباً پہلی دفعہ آج ہی مولانا محمد علی صاحب کے علم میں آئی ہے۔ خیر صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو اُسے بھولا ہوا نہ سمجھا جائے۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ آپ حضرات عیسائیت کا مقابلہ کریں گے کیسے؟ آپ قرآن مجید میں منسوخ آیات کے قائل ہیں۔ آپ خود مانتے ہیں کہ دو ہزار برس سے حضرت مسیح آسمان پر جسم سمیت زندہ بیٹھے ہیں۔ اور بغیر کھانے پینے کے جوان کے جوان موجود ہیں اور پھر وہی کسی نامعلوم زمانہ میں آکر اہل اسلام کی کشتی کو پار لگائیں گے اور ان کے مقابلہ میں آپ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وفات یافتہ اور مدینہ شریف میں مدفون مانتے ہیں بتائیے کہ آپ عیسائیوں کو کیا پیغام دیں گے اور کس طرح مسلمانوں میں سے عیسائی ہونے والوں کو روکیں گے؟

کیا آپ کو گمان ہے کہ آپ جبر و تشدد سے، قتل و غارت کے زور سے عیسائیت کا مقابلہ کرینگے؟ کیا آپ یہ کہہ کر لوگوں کو عیسائیت سے بچائیں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کی اُمت کے لئے اُمتی نبوت کا دروازہ بند ہے البتہ حضرت عیسیٰ نبی اللہ آسمانوں سے مسلمانوں کی ہدایت کے لئے آئیں گے؟

مولانا! آپ کو "مشنری" قائم کرنے سے کوئی نہیں روکتا اور نہ ہی عیسائیت کی تبلیغ کا مقابلہ کرنے کے لئے کسی "اجازت" کا سوال ہے۔ قابل غور تو یہ بات ہے کہ آپ کس عقیدہ اور دلیل کے زور سے عیسائیت کا مقابلہ کریں گے اور کس بناء پر عیسائی بننے والوں کو روکیں گے؟

تدبروا و تفکروا!

مفید کتابیں، رسالے اور ٹریکٹ

۱۔ سورۃ مریم کی تفسیر۔ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ کے درس القرآن ۱۹۵۲ء کے مختصر تفسیری نوٹ ہیں۔ قیمت مع محصول ڈاک ۱۴ر

۲۔ تاریخ القرآن۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی الاسدی کی تازہ ترین تصنیف۔ قیمت -/۸/۲

۳۔ کلمۃ الیقین فی تفسیر خاتم النبیین۔ یہ سولہ صفحات کا ٹریکٹ خاتم النبیین کی تفسیر میں ایک جامع و مانع مگر مختصر مضمون پر مشتمل ہے۔ تعلیم یافتہ غیر احمدی اصحاب میں اس کی بکثرت اشاعت ہونی چاہیئے۔ فی نسخہ ایک آنہ اور فی سینکڑہ پانچ روپے۔

۴۔ حضرت مسیح ناصری کی زندگی کے بارے میں جدید انکشاف۔ بڑے حجم کے چار صفحات پر عمدہ کاغذ پر انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا کے حوالہ سے حضرت مسیح علیہ السلام کی تین تصویریں مفصل مضمون کے ساتھ شائع کی گئی ہیں۔ یہ تصویریں حضرت مسیح کی جوانی، ادھیڑ عمر اور بڑھاپے کی ہیں۔ ان تصاویر سے عیسائیت کا یہ عقیدہ سراسر باطل ٹھہرتا ہے کہ حضرت مسیح ۳۳ سال کی عمر میں آسمان پر جا بیٹھے تھے۔ یہ مضمون انگریزی، اردو اور عربی میں اکٹھا شائع کیا گیا ہے۔ فی نسخہ ایک آنہ اور فی سینکڑہ پانچ روپے۔

نوٹ:۔ ہر دو ٹریکٹوں کے ایک ایک نسخہ کے لئے مع محصول ڈاک تین آنے کے ٹکٹ بھیجیں!

۵۔ الفرقان کے تین خاص نمبر۔ (۱) خاتم النبیین نمبر۔ دسمبر ۱۹۵۲ء میں مسئلہ ختم نبوت پر قرآن مجید کی روشنی میں الفرقان کا خاص نمبر شائع ہوا تھا۔ قابل دید مضامین کا مجموعہ ہے۔ حجم یکصد صفحات اور قیمت ایک روپیہ۔ (۲) خلافت نمبر مسئلہ خلافت کے جملہ پہلوؤں پر سیر حاصل بحث پر مشتمل نمبر ہے۔ شیعہ صاحبان کی مسلمہ کتب کے حوالہ جات سے خلفاء راشدین کی خلافت کا ثبوت دیا گیا ہے۔ حجم یکصد صفحات اور قیمت ایک روپیہ (۳) سالانہ علمی نمبر۔ یہ نمبر بھی اپنی ٹھوس اور علمی معلومات کے لحاظ سے الفرقان کا ایک خاص نمبر ہے۔ حجم یکصد صفحات قیمت ایک روپیہ۔

۶۔ احکام القرآن مصنفہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی الاسدی۔ قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں اسلامی اخلاق و آداب پر مبسوط بحث کی گئی ہے۔ قابل دید ہے۔ کتابی حجم کے ساڑھے تین صد صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت ساڑھے تین روپے۔

نوٹ:۔ سلسلہ احمدیہ کی جملہ کتب بھی پتہ ذیل سے طلب فرمائیں:۔

مینجر مکتبۃ الفرقان۔ ربوہ ضلع جھنگ (پاکستان)

(طابع و ناشر ابو العطاء جالندھری نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفرقان ربوہ ضلع جھنگ سے شائع کیا)